تفہیم الکتاب

جلد ۵

بائبل

کا

استعمال

تفہیمُ الکتاب

جلد نمبر ۵

بائبل کا استعمال

از: جان آر۔ ڈبلیو سٹاٹ

ترجمہ: وکلِف اے سنگھ

ناشرین

مسیحی اشاعت خانہ

۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور۔ ۵۴۶۰۶

CamScanner

طابع ——— اے - این - والٹر

مطبع ——— طفیل آرٹ پرنٹرز
۱۸۷ سرکلر روڈ - لاہور

تعداد ——— دو ہزار ۲۰۰۰

بار ——— اوّل

قیمت ——— ۵ روپیہ

سنہ ۱۹۸۸ء

سلسلۂ **تفہیمُ الکتاب** ذیل کی کتابوں پر مشتمل ہے:

جلد نمبر ۱ - بائبل کا مقصد اور مقام

جلد نمبر ۲ - بائبل کا پرانا عہد نامہ

جلد نمبر ۳ - بائبل کا نیا عہد نامہ

جلد نمبر ۴ - بائبل کا پیغام

جلد نمبر ۵ - بائبل کا استعمال

پیشِ لفظ

ہماری رُوحانی زندگی اِس لئے عامیانہ ہے کیونکہ ہمارا مسیح کے بارے میں تصوّر عامیانہ ہے۔ چونکہ ہم مسیح کے بارے میں گھٹیا اَور معمُولی نظریات رکھتے ہیں اِس لئے ہم رُوحانی طور پر مُفلِس ہیں۔ ایسا معلوُم ہوتا ہے کہ آجکل کلیسیا یسُوعؔ مسیح کی عظمت کو نہیں سمجھتی۔ وُہ نہیں جانتی کہ اِس کا کیا مطلب ہے کہ وُہ کائنات کا خُداوند اَور کلیسیا کا خُداوند ہے جس کے سامنے ہمارا مقام یہ ہے کہ اپنے مُنہ کے بَل خاک میں گِرے رہیں۔ اَور نہ ہمیں اُس کی فتح کا ایسا اندازہ ہے جیسے کہ نئے عہدنامہ میں اُسے بیان کیا گیا ہے کہ سب چیزیں اُس کے پاؤں کے نیچے کر دی گئی ہیں، لہٰذا اگر ہم مسیح سے پیوست ہو گئے تو پھر سب چیزیں ہمارے بھی پاؤں کے نیچے ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ آجکل ہماری سب سے بڑی ضرُورت یسُوعؔ مسیح کی وسیع رُویا ہے۔ ہمیں اُسے ایسے دیکھنا ہے کہ اُس میں خُدا کی ساری معمُوری سکونت کرتی ہے اَور اُسی میں ہم زِندگی کی معمُوری پاتے ہیں (کلسّیوں ۱:۱۹؛ ۲:۹-۱۰)۔

صِرف ایک ہی راستہ ہے جس کے ذریعے ہم یسُوعؔ مسیح کا صاف، درست اَور اعلیٰ تصوّر حاصِل کر سکتے ہیں اَور وُہ ہے بائبل مُقدّس۔ بائبل میں ہم خُداوند یسُوعؔ مسیح کی خوبصُورت تصویر دیکھتے ہیں۔

اُس کو اُس کی پُوری معمُوری میں دیکھنے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم اُسے اُسی طرح دیکھیں جس طرح کہ خُدا اُسے پیش کرتا ہے۔ اُس نے یسُوعؔ مسیح کو ایک خاص جُغرافیائی، تارِیخی اَور دینیاتی سیاق و سباق میں دُنیا کو دیا۔ بالفاظِ دیگر اُس نے اُسے ایک خاص جگہ (فلسطین) ایک خاص وقت (صدیوں کی یہوُدی تارِیخ کی معراج) اَور اِنسان پر اپنے بتدریج مکاشفہ کے ایک خاص مرحلے پر بھیجا۔ پس اِس سِلسلہ کی پانچ کُتُب کا تعلق بائبل کے جُغرافیہ، تارِیخ، دینیات، اِختیار اَور اِستعمال سے ہے۔

اِن کا مقصد یہ ہے کہ اُس پَس منظر کو پیش کیا جائے جس میں خُدا نے مسیح کو بنی نوع اِنسان کے پاس بھیجا تاکہ قاری اُس پَس منظر سے آگاہ ہو کر اِس سے زیادہ بہتر طور پر رُوشناس ہو جائے اَور یوں دُوسروں کے سامنے اُس کو اُسکی جلالی معمُوری میں پیش کرنے کے زیادہ قابل بنے۔

—— مُصنّف ——

فہرستِ مضامین

بے شک بعض اوقات خُدا کلامِ مُقدّس کی کسی عبارت کی کمزور تفسیر کی معرفت بھی لوگوں کو برکت دیتا ہے۔ لیکن اس سے ہمیں بائبل کی صحیح تفسیر کرنے کے سلسلے میں غفلت کرنے کی کھُلی چھُٹی نہیں مل جاتی۔ اِس کے برعکس اگر بائبل واقعی خُدا کا کلام ہے تو پھر ہمیں پُوری کوشش سے یہ معلُوم کرنا چاہئے کہ خُدا پاک کلام میں کیا کہتا ہے۔

پس وُہ کونسا طریقہ ہے جس سے بائبل کا ایک طالب علم پُوری دُرستی کے ساتھ خُدا کے پیغام کو سمجھ سکتا ہے؟ وُہ مدد کے لئے کس طرف دیکھے؟ غالباً سب سے پہلے قارئین کو یہ بتانا مُفید ہوگا کہ کوئی بھی تفسیر لاخطا نہیں ہے۔ خُدا کا کلام بلاشُبہ لاخطا ہے کیونکہ جو کچھ اُس نے فرمایا وُہ دُرست اور سچ ہے۔ لیکن کوئی بھی مسیحی فرد، گرُوپ یا کلیسیا یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ خُدا کے کلام کی اُسکی تفسیر بالکل دُرست ہے۔ اِنسانی تفسیر روایات کے ماحول میں کی جاتی ہے لیکن جو تفسیر کی جاتی ہے ہم اُسے ہمیشہ ہی کلام کی روشنی میں پرکھ سکتے ہیں۔

تاہم، خُدا نے ہمارے لئے سچّائی کو سمجھنے اور غلط قسم کی تفسیر سے بچنے کا طریقہ مُہیّا کیا ہے۔ اُس نے ہمیں سکھانے کے لئے تین ۳ اُستاد اور ہماری راہنمائی کے لئے تین ۳ اصُول دِئے ہیں:

پاک رُوح کی روشنی

ہمارا سب سے بڑا اُستاد خُود پاک رُوح ہے اور ظاہر ہے کہ بائبل کا حقیقی علمِ تفسیر بائبل کی رُوح سے مُطابقت رکھے گا۔ پس اگر بائبل کے مُصنّفین اپنی خواہش کے مُطابق نہیں بلکہ پاک رُوح کی تحریک سے بولے (۲۔پطرس ۱:۲۱) تو پھر یہ پاک رُوح ہی ہے جو اُن کے کلام کی صحیح تفسیر کر سکتا ہے کیونکہ وُہ اُس کلام کا دینے والا ہے۔ ہر ایک کتاب کا سب سے بہتر مُفسّر اُس کا مُصنّف ہی ہوتا ہے کیونکہ صرف وُہی جانتا ہے کہ وُہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ بعینہٖ خُدا کی کتاب کی تفسیر صرف خُدا کا رُوح ہی کر سکتا ہے۔

پاک رُوح کے خُدا کی سچّائی کو لوگوں تک پہنچانے کے دو ۲ درجے ہیں۔ پہلا اور خارجی درجہ "مکاشفہ" ہے یعنی بائبل میں خُدا کی سچّائی کا انکشاف۔ دُوسرا اور داخلی

دربعہ "رُوحُ القدُس کا دِل کو روشن کرنا" ہے تاکہ جو سچائی کلام پاک میں مُنکشِف کی گئی ہے اُسے سمجھ سکیں۔ یہ دونوں طریقے ناگزیر ہیں۔ مکاشفہ کے بغیر ہمارے پاس سمجھنے کے لئے کوئی سچائی نہیں ہوتی اور رُوح کی روشنی کے بغیر ہمارے پاس کوئی ایسی قُوت نہیں کہ ہم اُسے سمجھ سکیں۔

یسعیاہ نبی کے زمانہ میں ایک مِثال ملتی ہے جبکہ خُدا نے اپنی اُمّت کی سرکشی کے باعث اُن سے ہمکلام ہونا بند کر دیا۔ اُس وقت اُسکی سچائی ایک مُہر شُدہ کتاب کی مانند ہوگئی اور اُس کے لوگ ناخواندہ بچّوں کی مانند بن گئے۔ یُوں خُدا کے کلام کے ملنے میں دو رکاوٹیں پیدا ہوگئیں۔

"اور ساری رُویا تمہارے نزدیک سربمُہر کتاب کے مضمُون کی
مانند ہوگی جسے لوگ کسی پڑھے لکھے کو دیں اور کہیں کہ اِسے
پڑھ اور وُہ کہے کہ مَیں پڑھ نہیں سکتا کیونکہ یہ سربمُہر ہے۔
اور پھر وُہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اِس کو پڑھ۔
اور وُہ کہے مَیں تو پڑھنا نہیں جانتا" (یسعیاہ ۲۹: ۱۱-۱۲)۔

جب ہم خُدا کے کلام کو سمجھنے کے لئے پاک رُوح کی روشنی کی ضرُورت کو مان لیتے ہیں تو پھر ہم اِس بات پر غور کرنے کے قابل بن جاتے ہیں کہ پاک رُوح کِس قِسم کے لوگوں کے دِلوں کو روشن کرتا ہے۔

پہلا، پاک رُوح نئی پیدائش یافتہ لوگوں کے دِلوں کو روشن کرتا ہے۔ آسمانی سچائی کو سمجھنے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہمیں نئی پیدائش کا تجربہ ہو۔ مسیح خُداوند نے فرمایا کہ "جب تک کوئی نئے سِرے سے پیدا نہ ہو وُہ خُدا کی بادشاہی کو دیکھ نہیں سکتا" (یوحنا ۳: ۳)۔ اِس حقیقت کی بازگشت پولُس رسُول کے فرمودات میں بھی سُنائی دیتی ہے:

"نفسانی آدمی (غیر نجات یافتہ) خُدا کے رُوح کی باتیں قبُول نہیں
کرتا کیونکہ وُہ اُس کے نزدیک بیوقُوفی کی باتیں ہیں اور نہ ہی
وُہ اُنہیں سمجھ سکتا ہے کیونکہ وُہ رُوحانی طور پر پرکھی جاتی
ہیں" (۱-کرنتھیوں ۲: ۱۴)۔

میری والِدہ صاحبہ نے بچپن ہی سے مجھے ہر روز بائبل کا ایک باب پڑھنا سکھایا۔ اُن کی خاطِر اور عادت بن جانے کی وجہ سے سنِ بلوغت تک اِس پر عمل پیرا رہا۔ لیکن عمُوماً یہ ایک بے معنی معمُول تھا کیونکہ جو کچھ مَیں پڑھتا تھا اُسے سمجھتا نہیں تھا۔ لیکن جب میری نئی پیدائش ہُوئی تو بائبل فوراً ہی میرے لئے زِندہ کتاب بن گئی۔ میں یہاں یہ دعویٰ تو نہیں کر رہا کہ مَیں اُسے اچانک ہی سمجھنے لگا اور نہ یہ کہ اب اُسے سمجھنے میں کوئی مُشکل پیش نہیں آتی۔ لیکن اب جبکہ پاک رُوح نے میرے دِل کو روشن کیا اور اُس کے پیغام کا اطلاق میری زِندگی پر کیا تو یہ میرے لئے ایک بامطلب کتاب بن گئی۔

دُوسرا، پاک رُوح حلیموں کے ذہن اور دِل کو روشن کرتا ہے۔ اِس کو سمجھنے میں سب سے بڑی رکاوٹ غرُور ہے اور حلیمی ایک ضرُوری شرط ہے۔ مسیح نے اِس کی وضاحت یُوں کی ہے:

"اے باپ آسمان اور زمین کے خُداوند مَیں تیری حمد کرتا
ہُوں کہ تُو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور
بچوّں پر ظاہر کیں۔ ہاں اے باپ کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند
آیا" (متّی ۱۱: ۲۵-۲۶)۔

"دانا اور عقلمند" جن سے خُدا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتا ہے، وُہ عملی طور پر مغرُور ہوتے ہیں، جبکہ بچّے حلیم اور سنجیدہ ہوتے ہیں۔ یہاں مسیح بچوّں کی لاعِلمی یا سادگی کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ اُن کے کھُلے دِل اور بات کو سنجیدگی سے قبول کرنے کے روّیہ کی۔ خُدا اپنے آپ کو صِرف ایسے ہی لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ اِس سِلسلہ میں چارلس سمیئن لکھتے ہیں:

"حق کی تلاش کے ابتداء میں مَیں نے اپنے آپ سے کہا
کہ مَیں بے وقوف ہُوں اور اِس کا مجھے یقین بھی تھا۔
نیز اِس بات کا بھی مجھے قطعی یقین تھا کہ مَیں مذہب
کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ پس مَیں کلام کے مُطالعہ
کیلئے اِس لئے نہیں بیٹھتا تھا کہ مَیں الہامی مُصنفّین پر
اپنا مطلب ٹھونسنا چاہتا تھا بلکہ اُن سے کچھ حاصل کرنے

کے لئے۔ مَیں اُنہیں سِکھانے کی اداکاری نہیں کر رہا
تھا بلکہ مَیں ایک بچّہ کی مانند اُن سے سیکھنا چاہتا تھا"۔

خُدا کے حضور حلیمی سے اُس سے سمجھ حاصل کرنے کی توقع کو ظاہر کرنے کا صِرف ایک ہی طریقہ ہے اور وُہ ہے دُعا۔ ہمیں نہ صِرف کلام کو پڑھنے سے پیشتر دُعا کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اُسے دُعائیہ رُوح اور ذہن کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ متعدد مسیحیوں نے اِس سلسلے میں بائبل میں درج دُعاؤں کو مُفید اور مدد کا باعث پایا ہے۔ مثلاً زبُور نویس کی درخواست :

"میری آنکھیں کھول دے تاکہ مَیں تیری شریعت کے عجائب
دیکھوں" (زبُور ۱۱۹ : ۱۸)۔

یا پھر پولس رسُول کی عظیم دُعائیں، جن میں وُہ چاہتا ہے کہ خُدا اُس کے علم یا سمجھ کو بڑھائے۔ مثلاً :

"ہمارے خُداوند یسوع مسیح کا خُدا جو جلال کا باپ ہے
تمہیں اپنی پہچان میں حکمت اور مکاشفہ کی رُوح بخشے۔
اور تمہارے دِل کی آنکھیں روشن ہو جائیں تاکہ تُم کو معلوم
ہو کہ اُس کے بُلانے سے کیسی کچھ اُمید ہے اور اُس کے
میراث کے جلال کی دولت مُقدّسوں میں کیسی کچھ ہے۔ اور
ہم ایمان لانے والوں کے لئے اِس کی بڑی قُدرت کیا ہی
بے حد ہے"
(افسیوں ۱ : ۱۷-۱۹ مُقابلہ کیجئے ۳ : ۱۴-۱۹؛ فلپیّوں ۱ : ۹-۱۱؛
کُلسّیوں ۱ : ۹-۱۴)۔

اگر ہم اپنی لاعلمی کا اقرار کرتے ہُوئے اپنے آپ کو خُدا کے حضور اِس طرح پست کرتے اور اُس سے اپنے دِلوں کو منوّر کرنے کی درخواست کرتے ہیں تو ہماری یہ درخواست رائیگاں نہیں جائے گی۔ آکسفورڈ میں اپنے دل کی تبدیلی کے تھوڑے عرصہ بعد جارج وائٹ فیلڈ نے اپنے روزنامچہ میں لکھا :

"مَیں نے دیگر تمام کُتب کو ایک طرف رکھتے ہُوئے کتابِ

مُقدّس کو اپنے گھٹنوں پر پڑھنا شرُوع کیا اور جہاں تک
مُمکن ہو سکا ہر سطر اور ہر لفظ پر دُعا کی۔ اور یہ میری رُوح
کے لئے حقیقتاً خوراک اور پانی ثابت ہُوا۔ مجھے ہر روز
آسمان سے نئی زندگی، نئی روشنی اور نئی قوّت حاصل ہوتی
رہی"۔

تیسری، وُہ لوگ جو خُدا کی فرمانبرداری کرتے ہیں، پاک رُوح اُن کے دِلوں کو روشن کرتا ہے۔ کلام پاک میں اِس امر پر بہُت زور دیا گیا ہے۔ چونکہ پاک کلام سے خُدا کا مقصد صِرف "ہدایت" دینا ہی نہیں ہے بلکہ خاص طور پر "ایمان لانے سے نجات حاصل کرنے کے لئے" (۲۔تیمتھیس ۳ : ۱۵) ہدایت دینا ہے، اِس لئے خُدا اِس بات کا منتظر رہتا ہے کہ قارئین اُس کے کلام کا کیا جواب دیتے ہیں۔ جس حد تک ہم کلام کو سُنتے اور اُس کی فرمانبرداری کرتے ہیں، اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں کس قدر سمجھ ملی ہے۔ چنانچہ مسیح نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ خُدا کی مرضی کو پُورا کرنا چاہتے ہیں جان جائیں گے کہ آیا اُس کی تعلیم آسمان کی طرف سے ہے یا نہیں اور کہ وُہ شخصی طور پر اُن لوگوں پر ظاہر ہوگا جو فرمانبرداری کے وسیلے سے ظاہر کرتے ہیں کہ وُہ اُس سے محبّت رکھتے ہیں (یوحنّا ۷ : ۱۷؛ ۱۴ : ۲۱)۔ اِس کے برعکس، وُہ لوگ جو نافرمانی کر کے اپنے ضمیر کے خلاف چلتے ہیں وُہ اپنے ایمان کا جہاز غرق کر لیتے ہیں (۱۔تیمتھیس ۱ : ۱۹)۔ کوئی شخص بھی جو کچھ وُہ جانتا ہے اگر اُس پر عمل نہیں کرتا تو ترقی نہیں کر سکتا۔

چوتھی، پاک رُوح بات آگے بتانے والوں کے دِلوں کو روشن کرتا ہے۔ جو سمجھ وُہ ہمیں دیتا ہے وُہ صِرف ہماری ذاتی خوشی کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ وُہ ہمیں اِس لئے دی گئی ہے کہ ہم اُس میں دُوسروں کو بھی شریک کریں۔ یہ ایک طرح سے ہمارے پاس بطور امانت ہے۔ مسیح خُداوند نے فرمایا کہ چراغ کو کمرے میں اِس لئے نہیں لاتے کہ اُسے چارپائی کے نیچے رکھیں بلکہ چراغدان پر۔ بعینہٖ وُہ چاہتا ہے کہ اُس کی تعلیمات کو اپنے تک محدُود نہ رکھا جائے بلکہ دُوسروں کو بھی بتایا جائے۔ رسُولوں کو توجّہ دینے کی ضرورت تھی کہ اُنہوں نے کیا کچھ اور

کیسے سُنا ہے۔ اُنہیں اپنے اُستاد کی تعلیمات کو سُننا تھا تاکہ وُہ اُسے دُوسروں تک پُہنچا سکیں۔ اور اگر وُہ یہ نہیں کریں گے تو وُہ مزید حاصِل نہ کر سکیں گے:

"جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے لئے ناپا جائیگا اور تم کو زیادہ دِیا جائے گا" (مرقس ۴: ۲۴)۔

باقاعدہ مُطالعہ

اگر پاک رُوح ہمارا پہلا اور سب سے بڑا اُستاد ہے تو لازم ہے کہ ہم اُس پر انحصار کرتے ہُوئے اپنے آپ کو بھی سکھائیں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اِلٰہی تعلیم پانے کے دَوران ہم مُکمّل خاموشی اِختیار نہ کئے رکھیں بلکہ ذمّہ داری کے ساتھ اپنی عقل کو بھی اِستعمال کریں۔ کیونکہ کلام کے مُطالعہ میں اِلٰہی روشنی انسانی مساعی کا بدل نہیں ہوتی، اور نہ ہی فروتنی سے خُدا سے سمجھ حاصِل کرنا باقاعدہ مُطالعہ کے خِلاف ہے۔ بالفاظِ دیگر بائبل کے مُطالعہ میں خُدا سے روشنی حاصل کرنا اور اپنی عقل اِستعمال کرنا دونوں ضرُوری ہیں۔

کِتابِ مُقدّس خود بھی مسیحیوں کے اپنی عقل کو اِستعمال کرنے پر بڑا زور دیتی ہے، اِس لئے نہیں کہ وُہ خُدا کے کلام پر تنقید کریں بلکہ اِس لئے کہ اُس کی تابع فرمانی کریں، اُسے سمجھیں اور اُس کا اِطلاق موجُودہ حالات پر کریں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کلام متعدد بار شکایت کرتا ہے کہ انسان خُدا کی صُورت اور شبیہ پر ہوتے ہُوئے بھی اپنی عقل کو اِستعمال کرنا بُھول جاتا ہے اور گھوڑے اور خچروں کا سا رویّہ اختیار کر لیتا ہے جن میں سمجھ نہیں ہوتی (زبُور ۳۲: ۹)۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح خُداوند نے اپنے شاگردوں کو اپنی عقل اور سمجھ کو اِستعمال نہ کرنے پر تنبیہ کی (مثلاً مرقس ۸: ۱۷-۲۱)۔ اِسی طرح اُس نے اپنے سامعین سے بھی کہا:

"تم اپنے آپ ہی کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے کہ واجب کیا ہے؟"

(لُوقا ۱۲: ۵۷)۔

یہ حکم کہ "تم اپنے آپ ہی کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے؟" پولس رسُول کے خطُوط میں خاص طور

پر نمایاں ہے۔ کرنتھس کی کلیسیا ایک ایسی کلیسیا تھی جس کو اپنی عقل و دانش پر بڑا ناز تھا۔ لیکن وُہ اُس کا مظاہرہ کرنے سے قاصر رہی۔ پولس بار بار اُن سے دریافت کرتا ہے کہ "کیا تم نہیں جانتے ...؟" (۱۔کرنتھیوں ۳: ۱۶؛ ۵: ۶؛ ۶: ۲، ۳، ۹، ۱۵، ۱۶، ۱۹)، اور اِس کے ساتھ وُہ اپنی رسُولی ہدایت شامل کرتے ہُوئے کہتا ہے کہ "اے بھائیو! مَیں تمہارا اِس سے ناواقف رہنا نہیں چاہتا" یا "اے بھائیو! مَیں نہیں چاہتا کہ تم ... بے خبر رہو" (دیکھئے ۱۔کرنتھیوں ۱۰: ۱؛ ۱۲: ۱)۔ وُہ بڑی صفائی سے بتاتا ہے کہ جہاں نفسانی اِنسان خُدا کی سچائیوں کو سمجھ نہیں سکتا، وہاں رُوحانی شخص سب باتوں کو پرکھ لیتا ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ جو باتیں نفسانی اِنسان سمجھ نہیں سکتا، اُنہیں رُوحانی اِنسان سمجھ سکتا اور سمجھ لیتا ہے کیونکہ اُس میں پاک رُوح بستا اور اُسے کنٹرول کرتا ہے اور اُس میں "مسیح کی عقل" ہے

(۱۔کرنتھیوں ۲: ۱۴-۱۶)۔

اِسی قابلیت کی بِنا پر پولس کرنتھیوں کے نام اِسی خط میں اپنے قارئین سے اپیل کرتا ہے کہ وُہ اپنی سمجھ و فہم کو اِستعمال کریں۔ وُہ لِکھتا ہے:

"مَیں عقلمند جان کر تم سے کلام کرتا ہُوں۔ جو مَیں کہتا ہُوں تم آپ اُسے پرکھو" (۱۔کرنتھیوں ۱۰: ۱۵ مُقابلہ کیجئے ۱۱: ۱۳)

نئے عہد نامہ کے دیگر خطُوط میں بھی اِسی قسم کی نصیحت پائی جاتی ہے۔ مسیحیوں کو کہا گیا ہے کہ "رُوحوں کو آزماؤ" (یعنی اِنسانی اُستاد جو الہام کا دعوےٰ کرتے ہیں) اور حقیقت تو یہ ہے کہ جو کُچھ وُہ سُنتے ہیں اُسے آزمانا چاہئے (۱۔یوحنّا ۴: ۱)۔ پھر جب اُنہیں اِخلاقی فیصلے کرنے ہوں تو اُنہیں ہر مسئلہ پر غور کرنا چاہئے تاکہ وُہ اپنے دِلوں میں پُورا اعتقاد رکھ سکیں (رومیوں ۱۴: ۵)۔ یہ مسیحی بلُوغت کا نشان ہے کہ اُن کے حواس "نیک و بد میں اِمتیاز کرنے کے لئے تیز ہو گئے ہیں" (عبرانیوں ۵: ۱۴)۔

پس ہمیں بڑی سنجیدگی سے بائبل کے اِس حُکم پر عمل کرنا چاہئے کہ ہم اپنی عقل اور تنقیدی قُوّت کو اِستعمال کریں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ کلام کی سمجھ کو بڑھانے کے لئے ضرُوری نہیں ہے کہ دُعا اور خیال میں مخالفت ہو۔ عہدِ عتیق میں دانی ایل اور نئے عہد نامہ میں پولس اِن دونوں کے آپس کے توازن کی بڑی اچھّی مثالیں ہیں:

"اے دانی ایل خوف نہ کر کیونکہ جس روز سے تو نے دِل لگایا
کہ سمجھے اور اپنے خُدا کے حضور عاجزی کرے تیری باتیں سُنی
گئیں" (دانی ایل ۱۰: ۱۲)۔

"جو مَیں کہتا ہُوں اُس پر غور کر کیونکہ خُداوند تجھے سب باتوں
کی سمجھ دے گا" (۲۔تیمتھیس ۲: ۷)۔

یہ کافی نہیں کہ ہم اپنے آپ کو خُدا کے حضور فروتن بنائیں اور اُس سے سمجھ کی توقع رکھیں۔ ہمیں بھی کلام کو سمجھنے کے لئے اپنا ذہن اِستعمال کرنا اور یہ دیکھنا چاہئیے کہ اُس میں کیا لکھا ہے۔ چارلس سیمن فرماتے ہیں :

"الٰہی علم کو حاصِل کرنے کے لئے ہمیں کہا گیا ہے کہ ہم خُدا
کے رُوح پر اِنحصار کرنے کے ساتھ اپنی تحقیق و تفتیش کو
بھی مِلائیں۔ پس آئیے ہم جسے خُدا نے جوڑا ہے اُسے جُدا
نہ کریں"۔

بعض اوقات ہماری سمجھ کی ترقی میں تکبّر اور دُعا کی کمی رُکاوٹ بن جاتے ہیں جبکہ دیگر موقعوں پر ہماری بدنظمی اور سُستی رُکاوٹ ہوتی ہیں۔ اگر کوئی خُدا کے عِلم میں بڑھنا چاہتا ہے تو لازم ہے کہ وُہ اپنے آپ کو پاک رُوح کے سامنے پست کرے اور اِس کے ساتھ ہی وُہ ساری زِندگی بائبل کے مُطالعہ میں مصرُوف رہے۔

کلیسیا کی تعلیم

ہمارا تیسرا اُستاد کلیسیا ہے۔ اَب تک جو کُچھ ہم نے بتایا ہے کہ خُدا اپنے لوگوں کو اپنے کلام سے کِس طرح سکھاتا ہے وُہ مُطلقاً شخصی تھا۔ اور یہ سچ بھی ہے، کیونکہ خُدا کا پیارا مقصد یہ ہے کہ وُہ اپنے لوگوں کو فرداً فرداً اپنے کلام کے ذریعہ مُنوّر کرے، بچائے اور اُن کی اصلاح اور پرورش کرے۔ خُدا کے ہر ایک فرزند کا پیدائشی حق ہے کہ وُہ کلامِ پاک کے ذریعہ خُدا کی آواز کو براہِ راست سُنے۔

تاہم، ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ کلام پاک کی صحیح سمجھ دینے کے خُدا کے منصُوبے میں کلیسیا کا بھی مقام ہے۔ ایک مسیحی کا فروتنی، سنجیدگی، دُعا کے ساتھ اور فرمانبرداری سے کلام کا مُطالعہ کرنا ہی واحد طریقہ نہیں ہے جس کے ذریعہ پاک رُوح خُدا کے کلام کی تشریح کرتا ہے۔ پاک رُوح جو کُچھ دُوسروں پر ظاہر کرتا ہے اُسے نظر انداز کرنا درُست نہیں۔ بلاشُبہ پاک رُوح ہمارا اُستاد ہے لیکن وُہ دُوسروں کے ذریعہ سے اور اِس کے ساتھ ساتھ براہِ راست ہمارے اذہان کو روشن کرنے کے وسیلہ سے بھی سِکھاتا ہے۔ کلام پاک میں جو کُچھ مرقُوم ہے وُہ اُس نے کِسی ایک شخص کے ذریعہ ظاہر نہیں کیا تھا بلکہ مُتعدد انبیاء اور رسُولوں کے وسیلے سے۔ اُس نے مُتعدد لوگوں کے دِلوں کو روشن کیا تھا۔ یہ کسی ایک فرد کا کام نہیں تھا بلکہ ہمیں "تمام مُقدّسوں سمیت" یہ قوّت دی گئی ہے کہ ہم بخوبی معلُوم کر سکیں کہ اُس کی چوڑائی اور لمبائی اور اُونچائی اور گہرائی کتنی ہے اور مسیح کی اُس محبّت کو جان سکیں جو جاننے سے باہر ہے تاکہ ہم خُدا کی ساری معمُوری تک معمُور ہو جائیں (اِفسیوں ۳: ۱۸-۱۹)۔

اِس حقیقت کو پہچاننے کے بعد ہم "روایات" کو جو ہمیں بائبل کی سچائیوں کو سمجھنے کے لئے گُذشتہ زمانہ سے موجُودہ زمانہ تک مِلی ہیں زیادہ عزّت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ اگرچہ پاک رُوح کا بائبل کا اِلہام دینے کا طریقہ لاثانی تھا، تاہم اُس کی تدریسی خدمت آخری رسُول کے وفات پانے سے ختم نہیں ہو گئی۔ اب یہ الہام کی بجائے دِلوں کے مُنوّر کئے جانے میں بدل گئی ہے۔ صدیوں پر مُحیط کلیسیائی تاریخ میں سچائی کے رُوح نے بتدریج کلیسیا کو اِس قابل بنا دیا کہ وُہ کلامِ مُقدّس کو سمجھے، اُس کی تشریح کرے اور اُس کی عظیم تعلیمات کو باقاعدہ وضع کرے۔ ہم قدیم عقیدوں، تحریکِ اِصلاحِ مذہب کے اقرارات اور اِس کے ساتھ عُلما کی مشترکہ یا اِنفرادی طور پر بائبل کی تفسیروں اور علمِ الٰہیات کی کُتُب کے بڑے احسان مند ہیں۔

ہمیں، نہ تو اپنی گُذشتہ زمانہ کی میراث کو حقارت کی نظر سے دیکھنا چاہئیے اور نہ موجُودہ زمانہ کی کلیسیاؤں کے اُستادوں کو۔ پاسبانی خدمت، تدریسی خدمت ہے اور پاسبان (چرواہا) اور اُستاد خُدا کی بخشش ہیں جنہیں آسمان پر تخت نشین

مسیح نے کلیسیا کو دیا ہے (افسیوں ۴: ۱۱، ۱۲)۔ ہمیں ایک دُوسرے سے بھی سیکھنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ پاک رُوح ہمارے اذہان کو گروپ کی صُورت میں بھی اور انفرادی طور پر بائبل سٹڈی کے ذریعہ روشن کر سکتا ہے۔ مقامی کلیسیا میں باہمی تدریس کو پولس رسُول کی اس ہدایت میں بڑی صفائی سے دیکھا جا سکتا ہے:

"مسیح کے کلام کو اپنے دِلوں میں کثرت سے بسنے دو اور کمال دانائی سے آپس میں تعلیم اور نصیحت کرو" (کلسیّوں ۳: ۱۶)۔

لُوقا رسُول اعمال ۸: ۲۶-۳۹ میں اُستاد کی خدمت کی بڑی جاذبِ توجہ مثال دیتا ہے۔ ایک حبشی وزیرِ مملکت یروشلیم سے اپنے وطن کو واپس جا رہا تھا، اور اپنے رتھ میں بیٹھا ہُوا یسعیاہ نبی کی پیشینگوئی پڑھ رہا تھا۔ مبشر فلپّس نے اُس سے دریافت کیا: "آپ جو کُچھ پڑھ رہے ہیں اُسے سمجھتے بھی ہیں؟" حبشی خوجہ نے جواب دیا "جب تک کوئی میری راہنمائی نہ کرے میں کیسے سمجھ سکتا ہُوں؟" پس فلپّس اُس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اُسے کلام سمجھانے لگا۔ کیلون صاحب رقمطراز ہیں:

"غالباً" یہی وجہ ہے کہ آجکل بائبل کا پڑھنا بہت کم پھل پیدا کر رہا ہے کیونکہ بمشکل سو۱۰۰ میں سے ایک ملے گا جو خُوشی خوشی کلامِ مُقدّس کی تعلیم کو قبول کرے . . .

"اگر ہم میں سے کوئی اپنے بارے میں جھجکتا ہے لیکن بہ ظاہر کرتا ہے کہ وُہ سیکھنا چاہتا ہے تو اس کی بجائے کہ خُداوند ہمیں بے فائدہ محنت کرنے دے، آسمان سے کوئی فرشتہ آ کر ہمیں سکھائے گا۔ لیکن ہمیں حبشی خوجہ کی مثال کی پیروی کرتے ہُوئے اِن تمام امدادی اشیاء کو جو خُداوند نے ہمیں کتابِ مُقدّس کو سمجھنے کے لئے بخش رکھی ہیں استعمال کرنا چاہیئے۔ بعض جنُونی لوگ آسمان سے تحریک کی تلاش میں رہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وُہ خُدا کے خادموں کی تضحیک کرتے ہیں۔ دیگر اپنے تیز فہم پر انحصار کرتے ہیں اور دُوسروں سے سُننا یا تفسیریں پڑھنا درست نہیں سمجھتے۔ لیکن خُدا نہیں چاہتا کہ جو امدادی اشیاء اُس نے ہمارے لئے مُہیّا کی ہیں ہم اُن کی تضحیک کریں بلکہ وُہ اِس قسم کی تضحیک کی سزا ضرور

دیتا ہے۔ اور ہمیں یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ خُدا نے ہمیں نہ صرف کتابِ مُقدّس دی ہے بلکہ ہماری مدد کے لئے اُستاد اور مُفسّرین بھی۔ یہی وجہ ہے کہ خُداوند نے حبشی خوجہ کے پاس کسی فرشتہ کو بھیجنے کی بجائے فلپّس کو چُنا"۔

بلاشُبہ یہ بات درُست ہے کہ کوئی بھی گذشتہ یا موجُودہ اِنسانی اُستاد خطا سے خالی نہیں اور مسیح نے بھی ہمیں منع کیا ہے کہ ہم کسی اِنسانی اُستاد کی غلامانہ پیروی کریں (متّی ۲۳: ۸-۱۰)۔ بالآخر خُدا ہی ہمارا اُستاد ہے اور ایک لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ ہم سب نے خُدا سے تعلیم پائی ہے (یسعیاہ ۵۴: ۱۳؛ یُوحنّا ۶: ۴۵؛ ۱۔تھسلنیکیوں ۴: ۹)۔ اور درحقیقت اصُولی طور پر ہم اِس کے محتاج بھی نہیں کہ کوئی ہمیں سکھائے کیونکہ ہمیں سب کُچھ رسُولی تعلیمات اور مسح کرنے والے رُوح کی طرف سے دیا جا چُکا ہے (۱۔یُوحنّا ۲: ۱۵-۱۷)۔ ہم سے شخصی فیصلہ کا حق نہیں چھینا جانا چاہیئے۔ بعض اوقات تو کلام کے سادہ اور صریح معنوں سے وفاداری کے سبب، ہمارے لئے شاید یہ ضرُوری بن جائے کہ ہم کسی مسیحی اُستاد سے اتفاق نہ کرتے ہُوئے بڑے ادب سے کہیں:

"میں اپنے سب اُستادوں سے عقلمند ہُوں کیونکہ تیری شہادتوں پر میرا دھیان رہتا ہے" (زبُور ۱۱۹: ۹۹)۔

بہرحال، میں پھر بتانا چاہتا ہُوں کہ خُدا نے اپنی کلیسیا میں اُستادوں کو مُقرر کیا ہے۔ یہ ہمارا مسیحی فرض ہے کہ ہم بڑے ادب، حلیمی اور شوق کے ساتھ اُن کی سُنیں اور اُن کے مُنہ سے نکلے ہُوئے خُداوند کے کلام سے سیر ہوں جبکہ وُہ بڑی وفاداری سے اُس کی تشریح کرتے ہیں۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنے کے لئے کہ جو کُچھ اُنہوں نے فرمایا درُست ہے، خود بھی "کتابِ مُقدّس میں تحقیق کرتے رہیں" (اعمال ۱۷: ۱۱)۔

پس جن تین۳ اُستادوں کا میں نے ذکر کیا ہے وُہ ہیں پاک رُوح، ہم خُود اور کلیسیا۔ اِن تین۳ اُستادوں یعنی پاک رُوح کے ہمارے اذہان کو روشن کرنے، اپنی عقل کو استعمال کرنے اور کلیسیا میں دُوسروں کی تعلیم سُننے کے وسیلہ سے ہم

کتابِ مُقدّس کے سمجھنے میں ترقی کرتے ہیں۔ مَیں یہاں اِس بات کی وضاحت کرنا ضروری خیال کرتا ہُوں کہ مَیں زور دیکر یہ نہیں کہہ رہا کہ خُدا کی سچّائی کو جاننے کے سِلسلہ میں کتابِ مُقدّس، عقل اَور روایات تینوں یکساں اہمیّت رکھتے ہیں۔ نہیں۔ صِرف کتابِ مُقدّس ہی خُدا کا تحریری کلام ہے اَور پاک رُوح اُس کا مُفسّر، جبکہ اِنسان کی عقل اَور کلیسیائی روایات کِتابِ مُقدّس کی توضیح اور اُس کا اِطلاق بتانے کے لئے ہیں۔ لیکن یہ دونوں خُود خُدا کے ماتحت ہیں۔

اب ہم تین ۳ اُستادوں کی بجائے جو ہمیں تعلیم دیتے ہیں تین ۳ اصُولوں کی طرف مُتوجہ ہوتے ہیں جو ہماری کلام پاک کی تشریح میں راہنمائی کرتے ہیں۔

ہمارے نُکتہ چین، خاص طور پر وُہ جو جانتے ہیں کہ ہم کتابِ مُقدّس کے بارے میں کِتنے اعلیٰ خیالات رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ "آپ بائبل سے جو مطلب چاہیں بیان کر سکتے ہیں"۔ غالباً اُس وقت اُن کے ذہن میں وُہ غیر مسیحی اَور بدعتی لوگ ہوتے ہیں جو اپنے کسی خاص عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے ایسی آیات چُنتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح اُن کے مُوقف کو ثابت کرنے میں مدد کا باعث بن سکیں۔ لیکن بائبل مقدّس اُن لوگوں کی جو "خُدا کے کلام میں آمیزش کرتے ہیں" اَور اپنا مطلب نکالنے کے لئے کلام کی آیات کو توڑتے مروڑتے ہیں، سخت مذمّت کرتی ہے (۲۔کرنتھیوں ۴: ۲؛ ۲۔پطرس ۳: ۱۶)۔ مَیں اُن لوگوں کو جو ہم پر یہ اِلزام لگاتے ہیں ہمیشہ یہ جواب دیتا ہُوں کہ "آپ دُرست کہتے ہیں۔ اگر آپ بد دیانت ہیں تو کوئی بھی مطلب نکال سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ دیانتدار ہیں اَور دُرست اصُولِ تفسیر کو استعمال کرتے ہیں تو کبھی بھی غلط تفسیر نہیں کریں گے بلکہ دیکھیں گے کہ کلام آپ کو کنٹرول کر رہا اَور آپ کی راہنمائی کر رہا ہے"۔ تو پھر بائبل مُقدّس کی تفسیر کے اصُول کیا ہیں؟

فِطری مطلب

ہمیں سب سے پہلے فِطری مطلب کو دیکھنا چاہیئے۔ مَیں اِسے "اصُولِ سادگی" کہُونگا۔ ہماری ایک بُنیادی فائیت یہ ہے کہ "خُدا نُور ہے اَور اُس میں ذرا بھی تاریکی نہیں"

(۱۔یُوحنّا ۱: ۵)۔ اِس کا مَطلب یہ ہے کہ جس طرح نُور کی فِطرت چمکنا ہے اُسی طرح خُدا کی فِطرت اپنے آپ کو ظاہر کرنا ہے۔ پس خُدا نے اپنے آپ کو ظاہر کیا لیکن یہ اُس نے زیادہ تر کلام کرنے سے کیا ہے۔ پس ہمیں یقین ہونا چاہیئے کہ خُدا نے اِس لئے کلام کیا تاکہ ہم اُسے سمجھیں اَور کہ اُس نے کتابِ مُقدّس (اُس کا تحریری کلام) اِس لئے دی کہ وہ اُس کے قارئین کی سمجھ میں آسانی سے آ جائے۔ خُدا کا تمام مکاشفہ صاف ہے۔ اُس میں ابہام نہیں ہے، اَور نہ وُہ کوئی پُراسرار مُعمّہ ہی ہے بلکہ آسانی سے سمجھ میں آنے والا پیغام ہے۔

یہ "اصُولِ سادگی" بہُت قسم کی غلط تفسیر کو جڑ سے کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ مثلاً انتہا پسند مسیحیوں کی نیا کُنجُ نکتہ چینی سچائی کو صِرف چند عُلماء تک محدُود کر دیتی ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ صِرف وُہی کلام میں گندم کو بھُوسے سے جُدا کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں، جبکہ بعض انجیلی مسیحیوں کی خیالی تعبیر کلام کو مُعمّہ بنا کر رکھ دیتی ہے جس کو حل کرنے کی کُنجی صِرف اُن کے پاس ہے۔ اِن غلط خیالات کے ضِمن میں ہمیں اِصرار کرنا چاہیئے کہ خُدا کے کلام کرنے اَور اپنے کلام کو محفُوظ رکھنے کا واحِد مقصد یہ ہے کہ وُہ اُسے عام آدمیوں تک پہُنچانا اَور انہیں بچانا چاہتا ہے۔

یہ دُرست ہے کہ بعض مُعاملات کو کلام اِتنا صفائی سے بیان نہیں کرتا جِتنا کہ دُوسرے مُعاملات کو۔ یہ اِس حقیقت سے ظاہر ہے کہ اگرچہ بائبل کے سنجیدہ اَور محتاط عالِم بائبل کے اختیار کو ماننے اور تاریخی مسیحیت کی اکثر بُنیادی باتوں پر مُتفق ہیں، تو بھی وہ بعض باتوں پر اتفاق نہیں کرتے۔ مثلاً کیا بپتسمہ بالغ ایمانداروں کو دینا چاہیئے یا مسیحی والدین کے بچّوں کو بھی، یا بپتسمہ کے اُمیدوار کو پانی میں غوطہ دینا چاہیئے یا اُس پر پانی چھڑکنا کافی ہے۔ کیا مقامی کلیسیا خُود مُختار ہے یا دُوسری کلیسیاؤں کے ساتھ بندھی ہُوئی ہے یعنی وفاقی ہے۔ کیا کلیسیا کا نظام اُسقفی ہے یا وُہ بزرگوں کے ماتحت ہے۔ کیا آجکل کلیسیا میں مُعجزات (مثلاً دَوا کے بغیر شِفا) کے متواتر، کبھی کبھار یا کبھی نہیں وقُوع میں آنے کی توقع رکھنی چاہیئے۔ کیا ہزار سالہ بادشاہت لفظی طور پر قائم ہوگی یا اِسے موجُودہ زمانے میں ایک رُوحانی حکُومت سمجھنا چاہیئے۔

لیکن جب حقیقی مسیحی اِن باتوں میں آپس میں اتفاق نہیں کرتے تو ہمیں

کیا کرنا چاہیئے؟ اُس وقت ہمیں تفسیر کے پُختہ اصولوں کی روشنی میں خود اُن پر غور کرنا چاہیئے ۔ اور ہمیں اس حد تک پُختہ ذہن ہونا چاہیئے کہ ہم ایک دُوسرے کے ساتھ متنازع فیہ موضوع پر بغیر دُشمنی کے بات چیت کر سکیں۔ اگر اِس کے باوجود بھی ہم اِس پر اتفاق نہیں کر سکتے تو ہم انہیں ثانوی اہمیّت دے کر ایک دُوسرے کے ساتھ مسیحی محبّت اور برداشت کا مظاہرہ کریں ۔ ہمیں اِس بات پر خُوشی منانی چاہیئے کہ اِس کے باوجود بھی ہم ایمان کی بُنیادی باتوں پر اتفاق کرتے ہیں کیونکہ اُن کے بارے میں کلام کا بیان صاف ہے ۔

خُدا نے اپنا اظہار کرنے کے لئے اِنسانی زبان کو ذریعہ بنایا ہے ۔ اُس نے انسان سے اِنسان کے ذریعہ ہمکلام ہوتے وقت اِنسانی زبان کو اِستعمال کیا۔ نتیجتہً اگرچہ کتاب مُقدّس خدا کا کلام ہونے کی بِنا پر دُوسری کتابوں سے مُختلف ہے تو بھی وُہ دُوسری کتابوں کی طرح اِنسانی کلام کا جامہ پہنے ہُوئے ہے ۔ چونکہ یہ کلام الٰہی ہونے کے باعث لاثانی ہے اِس لئے ہمیں دُوسری کتابوں کی طرح اِس کو نہیں پڑھنا چاہیئے ۔ ہمیں دُعا کرنی چاہیئے کہ پاک رُوح ہمارے اذہان کو روشن کرے ۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ چونکہ یہ اِنسانی ہوتے ہُوئے ایک عام کتاب بھی ہے اِس لئے ہمیں اِس کا مُطالعہ دُوسری کتابوں کی طرح کرنا چاہیئے یعنی ہمیں ذخیرۂ الفاظ، گرامر اور ترکیبِ کلام کے عام اصُولوں کو بھی مدِ نظر رکھنا چاہیئے ۔ کیونکہ اگر (جیسا کہ ہم نے پچھلے باب میں دیکھا ہے) خُدا نے اپنے اظہار کے ذرائع (آدمیوں) کے ساتھ دست درازی نہیں کی، تو اُس نے اُس اِظہار کے ہتھیار (اِنسانی زبان) کے ساتھ بھی خلل اندازی نہیں کی ہوگی ۔

بائبل کے متن کے الفاظ اور جُملوں کو پڑھتے وقت، ہمیں سب سے پہلے اُن کے فِطری مطلب کو دیکھنا چاہیئے ۔ سر چارلس اوڈگرز، اپنی قوانینی دستاویزات کی تفسیر پر کتاب کے تیسرے اصُول میں فرماتے ہیں "لفظ کو اُن کے لفظی معنوں میں سمجھنا چاہیئے ۔" اگر نفسِ مضمون اُس کے برخِلاف ظاہر نہ کرتا ہو تو وُہ لکھتے ہیں کہ کِسی دستاویز کا مطلب سمجھنے کے لئے الفاظ کے عام اور سادہ معنوں کو ہی لینا چاہیئے "۔

بدقسمتی سے کلامِ الٰہی کو مجازی قِصّوں[۱] میں بیان کرنے سے بائبل کا سنجیدگی سے مُطالعہ کرنا اکثر بدنامی کا باعث بنا ہے ۔ مسیح سے پیشتر یہُودی تبصرہ نگار اکثر یہی کُچھ کیا کرتے تھے جن میں سکندریہ کا فیلو (Philo) سب سے بدنام مثال ہے ۔ پس اِس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کہ رسُولوں کے زمانہ کے بعد بعض مسیحیوں نے بھی یہی کھیل کھیلنے کی کوشش کی ۔ مثلاً نام نہاد برنباس کا خط جو کہ دُوسری صدی عیسوی کے اوائل کا غیر مُستند خط ہے اُس میں انتہائی غلط مجازی قِصّے ملتے ہیں ۔ اِس خط کا مُصنّف ایک بیان میں مُوسوی شریعت سے حوالہ دیتا ہے کہ یہُودی ہر اُس جانور کو کھا سکتے ہیں جس کے کھُر چِرے ہُوئے ہوں اور وُہ جگالی کرتا ہو اور پھر اُس کی تشریح یوُں کرتا ہے :

"خُداوند سے ڈرنے والوں سے پلٹے رہو ... اُن سے لپٹے رہو جو جانتے ہیں کہ غور و فِکر کرنا خُوشی کا کام ہے اور جو خُداوند کے کلام کی جگالی کرتے ہیں ۔ لیکن پھٹے ہُوئے کُھر کیوں؟ کیونکہ راستباز آدمی اِس دُنیا میں رہتا ہے اور ساتھ ہی آئندہ پاک جہان پر بھی نظر جمائے رکھتا ہے"۔

بلاشُبہ خُدا کے کلام کی جگالی کرنا، بائبل پر غور و فِکر کرنے کے لئے بڑی اچھی تشبیہ ہے اور یہ بھی دُرست ہے کہ مسیحی دو جہان کے شہری ہیں ۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یقینی بات ہے کہ جب مُوسیٰ نے جگالی کرنے اور پھٹے کُھر جانوروں کے بارے میں لکھا تو اُس وقت اُس کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی ۔

مجازی قِصّوں کے ذریعہ تفسیر کے مکتبہ کو چوتھی صدی عیسوی میں سکندریہ کے اورِ غین نے مزید ترقی دی ۔ سولہویں صدی کے مُصلحین شاباش کے مُستحق ہیں کہ اُنہوں نے کلامِ الٰہی کو اِس ظالمانہ سلوک سے نجات دلائی اور اِس بات پر زور دیا کہ مُوشگافیوں کی نِسبت سادہ اور صاف بیان کو ترجیح دینی چاہیئے ۔ چنانچہ جان کیلون فرماتے ہیں :

"ہمیں عِلم ہونا چاہیئے کہ سادہ اور فِطری مطلب ہی کلامِ الٰہی کا

۱؎ allegory

حقیقی مطلب ہے اور ہمیں اِس پر سختی سے عمل کرنا چاہیئے۔ آئیے ہم اُن فرضی تشریحات کو جو ہمیں فطری مطلب سے دُور لے جاتی ہیں نہ صرف مشکوک سمجھ کر نظر انداز کریں بلکہ انہیں زہریلی تخریب گردانتے ہوئے دلیری سے ایک طرف کریں"۔

عام طور پر کلامِ الٰہی کا فطری مطلب، لفظی مطلب کے مترادف نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ بعض اوقات فطری مطلب، لفظی مطلب کی بجائے تشبیہی ہوتا ہے۔ مسیح خداوند نے خود بھی اپنے سامعین کو کچھ زیادہ ہی لفظی مطلب نکالنے کے بارے میں ملامت کی۔ نیکدیمس نے مسیح خداوند کے نئی پیدائش کے بیان کو اِس قدر غلط سمجھا کہ حیران ہو کر پوچھا کہ "کیا کوئی اپنی ماں کے پیٹ میں دوبارہ داخل ہو کر پیدا ہو سکتا ہے؟" سامری عورت نے بھی مسیح خداوند کی پیاس بجھانے والے زندگی کے پانی کی پیشکش کے متعلق یہ سمجھا کہ وہ یعقوب کے کنوئیں کا پانی ہے۔ اور بعد میں جب اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنے آپ کو زندگی کی روٹی کے طور پر دیگر لوگوں کی بھوک مٹا سکتا ہے تو انہوں نے کہا: "یہ شخص اپنا گوشت ہمیں کیونکر کھانے کو دے سکتا ہے؟" (یوحنا ۳:۳، ۴؛ ۴:۱۰-۱۵؛ ۶:۵۱-۵۲)۔ امید ہے کہ یہ مثالیں ہمیں بے معنی اور کچھ زیادہ ہی لفظی معنی پہنانے سے باز رکھیں گی۔ ظاہر ہے کہ اِن میں مسیح تمثیلی زبان استعمال کر رہا ہے۔

یسوع مسیح کا تعلیم دینے کا سب سے دلپسند طریقہ تمثیل تھا گو بعض اوقات وہ مجازی قصے بھی استعمال کیا کرتا تھا۔ اِن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مجازی قصے میں مماثلت کئی مقامات پر پیدا کی جاتی ہے جبکہ تمثیل روزمرہ کی کہانی ہے جس میں صرف ایک مرکزی سبق ہوتا ہے۔ اِس میں جو تفصیلات کی بھرمار ہوتی ہے اُس کا مقصد ذیلی اسباق سکھانا نہیں ہوتا بلکہ ڈرامائی اثر پیدا کرنا۔ مجازی قصہ کی مثالیں یوحنا باب ۱۰ میں اچھا چرواہا، باب ۱۵ میں انگور کا درخت اور ڈالیاں اور مرقس باب ۴ میں بیج بونے والا ہیں۔ تمثیل کی مثال نیک سامری کی کہانی ہے (لوقا ۱۰:۲۹-۳۷)۔ مسیح نے تمثیل اِس سوال کے جواب میں دی تھی کہ "میرا پڑوسی کون ہے؟" اور اِس سے یہ سکھایا کہ پڑوسی کے لئے حقیقی محبت رنگ و نسل اور مذہب سے بالا ہوتی ہے۔ یہ جائز نہیں کہ تفصیلات کو توڑ مروڑ کر یہ کہا جائے کہ سرائے کلیسیا کو اور دو ۲ دینار جو بھٹیارن کو دیئے گئے دو ۲

پاک رسومات کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تو ایک اچھی بھلی تمثیل کو مجازی قصہ بنانے کے مترادف ہے جس سے یہ سوال اُبھریں گے کہ ڈاکو، تیل، مے اور گدھا کس کی نمائندگی کرتے ہیں؟

کتابِ مقدس میں بے حد تشبیہی زبان استعمال ہوئی ہے، اور ہر ایک تشبیہ میں یہ دریافت کرنا ضروری ہے کہ کس مقام پر مجازی قصہ پایا جاتا ہے۔ مجازی قصوں کے سلسلے میں جو حدود کلام نے مقرر کر دی ہیں ہمیں اُن سے آگے مماثلت بیان کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ مثلاً خدا ہمارا باپ ہے اور ہم اُس کے بچے ہیں۔ بطور ہمارا باپ، اُس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور وہ ہم سے محبت رکھتا اور ہماری پرورش کرتا ہے۔ بطور اُس کے بچے، ہم اُس پر انحصار کرتے ہیں اور ہمیں اُسے پیار کرنا اور اُس کا حکم ماننا چاہیئے۔ لیکن ہمارے لئے یہ بحث کرنا جائز نہیں ہے کہ چونکہ خدا ہمارا آسمانی باپ ہے اِس لئے ہمارے پاس آسمانی ماں بھی ہونی چاہیئے کیونکہ ماں کے بغیر بچے کا باپ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہم یہ بحث ہی کر سکتے ہیں کہ چونکہ ہمیں "بچے" کہا گیا ہے اِس لئے ہم پر بالغوں کے خیالات اور کام کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ جس کلامِ الٰہی میں ہمیں بچوں کی مانند حلیم بننے کو کہا گیا ہے اُسی میں ہم میں بچوں کی سی ناپختگی کی مذمت بھی کی گئی ہے۔

اگر کلامِ الٰہی کے کچھ حصے سے لفظی مطلب لینا ہے اور کچھ حصے سے تشبیہی تو ہم اُن میں کیسے امتیاز کر سکتے ہیں؟ اِس کا بنیادی جواب تو یہ ہے کہ ہمیں پہلے فطری معنوں کو دیکھنا چاہیئے۔ اِس سلسلہ میں عقلِ سلیم ہماری راہنمائی کرے گی۔ اچھا ہو گا کہ ہم خاص طور پر اپنے آپ سے یہ سوال کریں کہ مصنف کا یہ لکھنے کا کیا مقصد ہے؟ مَیں یہاں دو ۲ مثالیں پیش کرتا ہوں۔

پہلی، اکثر کہا جاتا ہے کہ عہدِ عتیق کے مصنفین اِس بات کے قائل تھے کہ کائنات کے تین ۳ عرشے ہیں۔ ایک زمین جس پر انسان سکونت کرتا ہے، دوسرا آسمان جو ایک بڑے تنبو کی طرح اُس پر تنا ہوا ہے، جس میں سوراخ ہیں اور اُن میں سے ستارے جھانکتے ہیں اور تیسرا زمین کے نیچے عالمِ اسفل یا پاتال (مردہ روحوں کی سکونت گاہ) ہے، اور کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ لفظی طور پر واقعی اِسی طرح وقوع میں آئے، اور کہ جب بارش ہوتی ہے تو خدا آسمان کی کھڑکیاں کھول دیتا ہے۔

بلاشبہ اُنہوں نے اِسی قسم کی زبان اِستعمال کی ہے لیکن مجھے اِس بات پر شک ہے کہ اُن کا لفظی طور پر یہی خیال تھا اور کہ وُہ چاہتے تھے کہ قارئین اِسے لفظی طور پر ہی سمجھیں۔ مثلاً زبور ۷۵، کو لیجئے۔ آیت ۳ میں خُدا یہ کہتا ہے کہ "اگرچہ زمین اپنے سب باشندوں سمیت ہِل گئی ہے تو بھی مَیں نے اُس کے سُتونوں کو قائم رکھا ہے" (رومن کیتھولک ترجمہ)۔ کیا یہاں زبور نویس یہ سمجھتا تھا کہ زمین سچ مچ سُتونوں پر قائم ہے؟ میرا خیال ہے کہ نہیں۔ اِس سے اگلی آیت میں خُدا شریروں کو حکم دیتا ہے کہ "سینگ اُونچا نہ کرو" (سینگ اُونچا کرنا خُوشحالی اور کامیابی کا نشان ہے) اور آیت ۱۰ میں لکھا ہے کہ "مَیں شریروں کے سب سینگ کاٹ ڈالونگا" جبکہ آیت ۸ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ "خُداوند کے ہاتھ میں پیالہ ہے اور مَے جھاگ والی ہے" (یہ خُدا کے غضب کا ایک نشان ہے)۔ میرے نزدیک تو اِس بات پر اصرار کرنا قطعی بلا دلیل ہے کہ مُصنِف یہ خیال کرتا تھا کہ زمین سُتونوں پر قائم ہے جب تک کہ ہم یہ بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہوں کہ شریروں کے واقعی سینگ ہیں (جنہیں خُدا ایک دِن کاٹ ڈالے گا) اور کہ خُدا سچ مچ جھاگ والی مَے سے لبریز پیالہ ہاتھ میں پکڑے ہُوئے ہے اور ایک دِن وُہ اُسے شریروں پر اُنڈیل دیگا۔

میری دُوسری مثال بائبل کے "مکاشفاتی" ادب سے ہے جو موجُودہ اور آئندہ زمانہ کے پوشیدہ حقائق کو ظاہر کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ وُہ عام طور پر انہیں پُر اسرار سِلسلوں اور عجیب وغریب تشبیہوں میں ظاہر کرتا ہے۔ مکاشفہ کی کتاب مسیحی مکاشفہ ہے۔ اِس میں خُدا نے لوگوں کو مخلصی دی، اپنے تخت کے گِرد جمع کیا، اور بتایا گیا ہے کہ وُہ سفید لباس میں مُلبّس ہیں جنہیں اُنہوں نے برّہ کے خُون سے دھوکر سفید کیا ہے (مکاشفہ ۷: ۱۴)۔

اب اگر ہم اِس بیان کو بھی لفظی طور پر لیں تو بڑا خلافِ واقعہ نظر آئے گا۔ یہ قطعی نا ممکن ہوگا کیونکہ اگر لباس کو خُون میں دھویا جائے تو وُہ سفید نہیں نکلے گا۔ یہاں مُصنّف صاف طور پر چاہتا ہے کہ اِس کی تشریح تشبیہی کی جائے۔ ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ خُدا کے لوگوں کی راستبازی (اُن کے سفید جامے) کا کُل انحصار مسیح کی مَوت پر ہے (برّہ کا خُون) جس پر ہم ایمان لائے ہیں (اپنے جامے دھوتے ہیں)۔ یُوں

یہاں بھی فِطری مطلب تشبیہی ہے نہ کہ لفظی۔

اِبتدائی مطلب

پھر ہمیں کلامِ الٰہی کے ابتدائی مطلب کو بھی ضرُور دیکھنا چاہیئے۔ یہ تاریخ کا اصُول ہے۔

مَیں نے حِصّہ اوّل میں بتایا تھا کہ خُدا نے اپنے آپ کو تاریخ کے واضح سیاق وسباق میں ظاہر کیا ہے۔ اگرچہ اُس کا اظہار بالذات ہر زمانہ میں، ہر ایک مُلک میں اور ہر ایک کے لئے ہے، تاہم پہلے پہل اِس کا اظہار ایک خاص زمانہ میں، ایک خاص مُلک میں اور ایک خاص قوم کے لئے ہُوا۔ پس خُدا کے کلام کے ابدی اور عالمگیر پیغام کو صِرف اِن حالات کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے جن میں وُہ پہلے پہل دِیا گیا تھا۔ اگر ہم کلامِ الٰہی کی تفسیر بعد کے زمانہ کے خیالات کی روشنی ہی میں کریں گے تو ظاہر ہے کہ بُہت غلط فہمی پَیدا ہوگی، جَیساکہ چارلس سمیئن اپنی بشارتی خِدمت کے معیار کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میری کوشش ہوتی ہے کہ کلامِ الٰہی سے وُہی کچھ اخذ کرُوں جو اُس میں ہے نہ کہ جو کچھ مَیں سمجھتا ہُوں کہ اِس میں ہونا چاہیئے۔ اِس سِلسلہ میں مَیں بڑی غیرت رکھتا ہُوں کہ کلام کے جس حِصّے کی تشریح کر رہا ہُوں اُس میں وُہی کچھ بتاؤں جو مَیں ایمان رکھتا ہُوں کہ پاک رُوح نے بیان کیا ہے نہ اُس سے کم اور نہ اُس سے زیادہ"۔

پس جب ہم بائبل مُقدّس کا مُطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں خُود سے یہ دریافت کرتے رہنا چاہیئے کہ اِس سے مُصنِف دُوسروں کو کیا بتانا چاہتا ہے؟ وُہ یہاں حقیقتاً کیا بیان کر رہا ہے، اُس کے پہلے قارئین نے اُس سے کیا سمجھا تھا؟

جب ہم مُصنّف کے زمانہ اور ذہن میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور اُس کے الفاظ کو اَیسے سُنتے ہیں گویا کہ ہم خُود اُس اوّلین قارئین میں سے ہیں تو ضرُورت ہے کہ ہم خاص طور پر صُورتِ حال، اُس کے طرز اور اُس زبان پر جس میں اُس نے تحریر

کیا غور کریں۔

پہلا، صورتِ حال۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم بائبل کی زیرِ غور کتاب کا جائزہ لیں کہ اُسے کس نے لکھا اور کن کے لئے لکھا؟ یہ کن حالات میں لکھی گئی؟ اس کے لکھنے کی وجہ کیا تھی؟ مثلاً اگر عہدِ عتیق کے کسی نبی کی کتاب کے بارے میں معلوم کر سکیں کہ وُہ اسرائیل کی تاریخ کے کونسے موڑ پر لکھی گئی تو اُس کتاب کو سمجھنے میں بیحد مدد ملتی ہے۔ یہی بات نئے عہدنامہ کے خطوط اور ابتدائی کلیسیا کی داستان جیسے لُوقا نے اعمال کی کتاب میں بیان کیا ہے اور خاص طور پر پولس رسُول کے بشارتی سفروں کے حق میں درست ہے۔ مثلاً پولس رسُول کا فلپیوں کے نام خط اور بھی بامعنی دستاویز بن جاتا ہے اگر ایک طرف ہم مصنّف کو رومہ (یا افسس) میں نظربند اور دُوسری طرف اس کے اوّلین قارئین میں لدیہ، جیل کے داروغہ اور غلام لڑکی (جس کی گفتگو اعمال ۱۶ میں مرقوم ہے) کو دیکھ سکیں۔

اگر لُوتھر، پولس اور یعقوب کے خطوط کے پسِ منظر پر غور سے نظر کرتا تو وُہ اُسے متضاد نظر نہ آتے اور نہ وُہ یعقوب کے خط کو "بھُوسا" کہہ کر رد کرتا۔ یہ درست ہے کہ پولس رسُول نے یہ اعلان کیا کہ "انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے" اور ابرہام کی مثال دی (رومیوں ۳: ۲۸؛ ۴: ۱-۳)، جبکہ یعقوب یہ کہتا ہے کہ "انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راستباز ٹھہرتا ہے" اور وُہ بھی ابرہام کی مثال دیتا ہے (یعقوب ۲: ۲۱-۲۴)، تو بھی اِن دونوں کے خیالات میں تضاد نہیں۔ پولس رسُول شریعت پرستوں سے مخاطب ہے جو اعمال کے وسیلہ سے نجات پر ایمان رکھتے تھے جبکہ یعقوب مذہب پرستوں سے، جو راسخ الاعتقادی کی بنا پر ہی نجات کی اُمید رکھتے تھے۔ دونوں ہی رسُولوں کا ایمان تھا کہ نجات ایمان کے وسیلہ سے ہے اور کہ بچانے والا ایمان نیک کاموں میں ظاہر ہوگا۔ یہ اُن کے حالات کے عین مُطابق تھا کہ پولس ایمان کے وسیلے نجات پر زور دے جو کاموں سے ظاہر ہوتا ہے اور یعقوب اُن کاموں پر جو ایمان سے اُبھرتے ہیں۔

دُوسرا، طرزِ تحریر۔ بائبل مُقدّس کی ہر ایک کتاب کے ادبی طرز پر غور کرنا نہایت ضرُوری ہے۔ کیا وُہ نثر میں ہے یا نظم میں، تاریخی بیان ہے یا اسفارِ حکمت؟ کیا

اُس کا تعلق شریعت سے، نبوّت سے، زبُور سے یا مکاشفہ سے ہے؟ کیا وُہ ڈرامہ ہے یا خط، یا وُہ خاص مسیحی ضابطہ ہے جسے "انجیل" کہتے ہیں جس میں یسوع مسیح کے کام اور کلام کو جمع کیا گیا جو اُس کی گواہی دیتے ہیں؟ جو کچھ ہم پڑھتے ہیں اُس کی تفسیر کیسے کرتے ہیں یعنی لفظی یا تشبیہی؟ اس کا انحصار زیادہ تر اس بات پر ہے کہ زیرِ غور کتاب کس طرز کی تحریر ہے۔

تیسرا، زبان۔ تمام انسانی زبانیں زندہ اور تفسیر پذیر ہیں۔ الفاظ کا مفہوم ایک صدی سے دُوسری صدی میں اور ایک تہذیب سے دُوسری تہذیب میں بدلتا رہتا ہے۔ ہم لفظ "محبّت" کتابِ مُقدّس میں پڑھتے ہیں لیکن فوراً ہی نہیں کہہ سکتے کہ اس کا مطلب جانتے ہیں۔ نئے عہدنامہ میں محبّت کے لئے چار مختلف لفظ آئے ہیں اور اُن سب کا اُردو میں ترجمہ "محبّت" کیا گیا ہے، لیکن اِن کے مطالب فرق فرق ہیں۔ اُن میں سے صرف ایک لفظ ہے جو اُس مفہوم کو ادا کرتا ہے جسے "مسیحی محبّت" کہتے ہیں اور اس کا موجودہ زمانہ کی عاشقانہ محبّت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

کئی صدیوں تک علماء نئے عہدنامہ میں مستعمل یُونانی کو پہچان نہ سکے تھے کہ وُہ کس قسم کی ہے۔ وُہ نہ تو اعلیٰ درجے کی یُونانی تھی اور نہ جدید یُونانی۔ بعض کا خیال تھا کہ یہ یُونانی نئے عہدنامے ہی کے لئے اختراع کی گئی تھی۔ بعض اُسے رُوح القدس کی زبان بھی کہتے تھے۔ لیکن گذشتہ صدی کے اواخر میں مصر میں آثارِ قدیمہ کی کھُدائی کے دَوران پیپرس کے متعدد قدیم طُومار ملے ہیں۔ یہ قطعی غیر دینی اور غیر ادبی دستاویزات ہیں۔ اِن کا تعلق زیادہ تر پبلک ریکارڈ آفس کی اُس ردّی سے ہے جسے کُوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا تھا۔ اِن دستاویزات کی زبان وہی عام یُونانی[1] ہے جو نئے عہدنامہ کی ہے۔ پس اب ہمیں نئے عہدنامہ کے یونانی الفاظ کے مطالب کو نہ صرف کلاسیکی یُونانی اور عبرانی خیالات کے پس منظر کی روشنی میں معلوم کرنا چاہیئے بلکہ اُس زمانہ کی غیر دینی زبان کے پس منظر میں بھی۔

اِس سے پیشتر کہ ہم بائبل کی تفسیر کے دُوسرے اصُول کو چھوڑ کر آگے بڑھیں،

---

[1] روزرہ = koine

ایک اور بات پر بھی بحث کرنا لازمی ہے۔ چونکہ خدا کا مکاشفہ ایک خاص تاریخی اور جُغرافیائی پس منظر میں ملا تھا اِس لئے اِس کا ایک خاص تہذیبی پس منظر بھی ہوگا۔ اور وُہ سماجی رسم ورواج جو بائبل کی بعض ہدایات کا سبب بنتے ہیں، وُہ آج کل ہمارے لئے بالکل اجنبی ہیں۔ پس کیا ہم اُن تعلیمات کو ردّ کر دیں کیونکہ اِن کا تعلق پرانے رسم و رواج سے ہے؟ یا کیا ہم اُن رسُومات کو اور اُن سے وابستہ تعلیم کو موجُودہ زمانے میں رواج دیں؟ غالباً یہ دونوں طریقے ہی اِس مسٔلہ کا حل نہیں ہیں۔ تیسرا اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم بائبل کی ہدایات کو مستقل پابندی سمجھتے ہُوئے قبول کریں لیکن اُن کا اطلاق آجکل کے رسم ورواج کی روشنی میں کریں۔

مسیح خُداوند نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ وُہ باہمی محبّت کے نشان کے طور پر ایک دُوسرے کے پاؤں دھویا کریں اور پطرس اور پولس رسُول اپنے قارئین کو حُکم دیتے ہیں کہ پاک بوسہ لے کر اور محبّت سے بوسہ لے کر ایک دُوسرے کو سلام کرو (یُوحنا ۱۳: ۱۲-۱۷؛ رومیوں ۱۶: ۱۶؛ ۲-کرنتھیوں ۱۳: ۱۲؛ ۱-تھسلنیکیوں ۵: ۲۶؛ ۱-پطرس ۵: ۱۴)۔ ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ اُن احکامات کو ردّ کر دیں۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ ہمیں اِن پر لفظی طور پر عمل بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آجکل (کم ازکم مغربی ممالک میں) ہم چپّل پہن کر کچّی اور گرد آلوُدہ گلیوں میں نہیں چلتے، اِس لئے ہمارے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں اور نہ آجکل یہ دستوُر ہے کہ ہم کھُلے عام ایک دُوسرے کا بوسہ لیں۔ تاہم، ہم خُداوند کے حُکم کو فروتنی سے ایک دُوسرے کی خدمت کرنے اور رسُولوں کے حُکم کو ہاتھ ملانے یا بغل گیر ہوتے کے ذریعہ مان سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ رسم ورواج کی اِس تبدیلی کا مطلب بائبل کے احکامات کی فرمانبرداری کرنے سے جان چھُڑانا نہیں ہے بلکہ انہیں اور مضبُوط بنانا۔

خُدا کے دائمی قوانین اور قدیم تہذیب میں تناؤ کی ایک زیادہ مُشکل مثال وُہ ہے جس کا تعلق خواتین کے مرتبہ، رویّہ اور لباس سے ہے۔ کیا ہمیں بائبل کے تمام مُفصّل مُطالبات کو قائم رکھنا چاہیئے یا موجُودہ زمانہ میں عورتوں کے مکمّل آزادی کے مُطالبہ کا لحاظ کرنا چاہیئے؟ آئیے ہم عورتوں کے سر ڈھانکنے کے بارے میں غور کریں جس کے لئے پولس رسُول نے اپنے کرنتھیوں کے نام پہلے خط میں آدھا باب (باب ۱۱)

مخصُوص کیا ہے۔ وُہ یہاں زور دیتا ہے کہ عورت کا عام مجمع میں بغیر سر ڈھنکے دُعا کرنا یا نبوّت کرنا بےعزّتی بلکہ شرم کی بات ہے۔ وُہ اپنی اِس تعلیم کو مضبُوط بنانے کے لئے بطور شاہد عقل، فطرت، کلیسیائی دستوُر اور اپنے رسُولی اختیار کو پیش کرتا ہے۔ ہمیں اِس کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟

اِس سلسلہ میں پولس رسول کا ایک اہم بیان آیت دس۱۰ میں مرقُوم ہے۔ یہاں وُہ عورتوں کو سر ڈھانکنے یعنی "اپنے سَروں پر محکوُم ہونے کی علامت" رکھنے کو کہتا ہے۔ پولس کے اِس بیان کا مرکزی نکتہ یہی ہے۔ اُس زمانہ میں ایک عورت کا اپنے سر کو ڈھانپنا اُس پر اُس کے خاوند کے اِختیار کو ظاہر کرتا تھا۔ لیکن آجکل ہمارے مُلک میں عورت کا سر کو ڈھانکنا اِس بات کی علامت نہیں ہے۔ بہرحال، پولس اپنی تعلیمات میں جس دائمی قانون کو بیان کر رہا ہے وُہ خاوند کا اختیار ہے کیونکہ وُہ اُس کی بنیاد تخلیق کے بارے میں علمِ الٰہیات کی لاتبدیل سچائیوں پر رکھتا ہے۔ عورتوں کے سر ڈھانکنے کا تعلق قدیم تہذیب سے ہے۔ اس سِلسلہ میں ہم اور بھی سماجی رسم ورواج تلاش کر سکتے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عورتوں نے اُس اِختیار کو جو خُدا نے مَردوں کو دیا ہے قبول کر لیا ہے۔

لیکن ہمیں خاوندوں کے اختیار کی تفسیر کرنے میں بڑا مُحتاط ہونا چاہیئے۔ لفظ "اختیار" کبھی بھی آمریت پسندی کا حق نہیں دیتا اور نہ یہ عورت کو کم تر اور مَرد کو برتر ظاہر کرتا ہے۔ صَدیوں پیشتر پولس رسُول نے اعلان کیا تھا کہ مسیح میں نہ تو کوئی مَرد ہے اور نہ عورت (دیکھیئے گلتیوں ۳: ۲۸)۔ نیز اُس نے شادی میں خاوند اور بیوی کے تعلقات اور ذاتِ خُدا میں باپ اور بیٹے کے تعلقات میں مُطابقت کو بھی ظاہر کیا (۱-کرنتھیوں ۱۱: ۳)۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاوند کا اپنی بیوی پر اختیار اُن کے مُساوی اِنسان ہونے سے اِنکار نہیں ہے بلکہ ویسا ہی ہے جیسا کہ باپ، مسیح پر اختیار رکھتا ہے۔ خاوند کے اختیار کو مُطلق العنانی کی بجائے اُس کی ذمّہ داریوں کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے یعنی وُہ اپنی بیوی کا محبّت کے ساتھ دیکھ بھال کرنے کا ذمّہ دار ہے۔

CamScanner

عام مطلب

ہمیں کلامِ پاک کی تشریح تمام بائبل کے نفسِ مضمون کی روشنی میں کرنی چاہیئے۔ یہ اتفاق اور ہم آہنگی کا اصول ہے۔

انسانی نکتۂ نگاہ سے بائبل ایک ایسی کتاب ہے جسے متعدد لوگوں نے ترتیب دیا ہے۔ لیکن الٰہی نکتۂ نگاہ سے تمام بائبل صرف ایک ذہن کی پیداوار ہے۔ یہ خُدا کا کلام ہے جس میں خُدا کے ذہن کو ظاہر کیا گیا ہے اور یُوں اُس میں وحدت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ پس بدیں وجہ ہمیں کتابِ مُقدّس کو اعتماد کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کہ خُدا نے کلام کیا ہے اور کہ کلام کرتے وقت اُس نے اپنا انکار نہیں کیا اور نہ اُس کی باتوں میں تضاد ہے۔

سر چارلس اوڈگر اپنی کتاب میں، جس کا ذکر پہلے آچُکا ہے قانونی دستاویزات کی تفسیر کرنے کے سِلسلہ میں اپنے ساتویں اصُول میں فرماتے ہیں کہ

"دستاویز کے کِسی خاص حِصّے کا مطلب پُوری دستاویز کے مضمُون کی روشنی میں معلُوم کرنا چاہیئے . . . دستاویز کے ہر حِصّے کی تفسیر باقی تمام حِصّوں کی روشنی میں کرنی چاہیئے اور پُوری دستاویز کا مضمُون مُتعین کرنا چاہیئے۔ اِس کے ہر ایک حِصّے پر غور کرنا چاہیئے تاکہ ایک یکساں اور مُسلسل مطلب اخذ کیا جا سکے . . . ہر ایک شِق کے الفاظ کی ایسی تفسیر کرنی چاہیئے جو دُوسرے حِصّوں سے مطابقت رکھتی ہو اور جو مطلب فِطری طور پر اُن سے ظاہر ہوتا ہو اُس کے خلاف نہ ہو۔"

اِسی اصُول کے مُطابق ہمیں بائبل کے مَتن میں بظاہر اختلافات کو حل کرنا چاہیئے اور تمام کلامِ پاک کی ایک ہم آہنگ کتاب کی صُورت میں تفسیر کرنی چاہیئے۔ اِس طرح ہم کلام کی کلام کے ساتھ تفسیر کرنے کے قابل بن جائیں گے اور مُشکل آیات کی صاف آیات تشریح کریں گی اور ہم کبھی بھی کلام کے ایک حِصّے کی ایسی تفسیر نہیں کریں گے

کہ وُہ دُوسرے کی تردید کرے۔"

یہی دلائل جان ناکس نے اسکاٹ لینڈ کی ملکہ میری کے سامنے پیش کئے۔ ۱۵۶۱ء میں ایڈنبرا میں اُس کے ساتھ ایک نجی گفتگو میں اُس نے کہا کہ رُومی کلیسیا (جس کے بارے میں اُس نے کہا تھا کہ وُہی خُدا کی سچّی کلیسیا ہے اور وُہ اُس کی حفاظت کرے گی) مذہب کی اُس پاکیزگی سے جس کی تعلیم رسُولوں نے دی تھی ہٹ گئی ہے۔ اُس نے مزید کہا کہ ملکۂ عالیہ خود بھی کلام کا بہت کم علم رکھتی ہیں کیونکہ آپ نے ماسوا اِن کے جن کی اجازت پوپ اور اُس کے نائبین نے دی کِسی دُوسرے اُستاد سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ اِس پر ملکہ نے کہا:

"آپ کلامِ مُقدّس کی تفسیر ایک طریقے سے کرتے ہیں جبکہ وُہ دُوسرے طریقے سے۔ مَیں کِس کا یقین کروں اور فیصلہ کون کریگا؟"

جان ناکس نے جواب دیا:

"خُدا کا یقین کریں جو بڑی صفائی سے اپنے کلام میں بتاتا ہے۔ اور جو کچھ کلام آپ کو بتائے اُس سے زیادہ نہ ایک کی سُنیں نہ دُوسرے کی۔ خُدا کا کلام بذاتہ صاف ہے اور اگر کِسی حِصّے میں کوئی ابہام نظر آئے تو پاک رُوح جس کی ذات میں تضاد نہیں کلام کے کِسی دُوسرے حِصّے میں اُسے زیادہ صفائی سے بیان کرتا ہے۔"

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ کلامِ مُقدّس کے ہر مَتن کا سیاق وسباق دُہرا ہے یعنی تاریخی اور تحریری۔ اُس کا تاریخی سیاق وسباق وُہ سیاسی، مُعاشرتی اور دینی حالت ہے جسے مدِنظر رکھ کے وُہ لکھا گیا اور اُس کا تحریری سیاق وسباق وُہ مقام ہے جہاں وُہ بائبل میں ملتا ہے۔ لہٰذا بائبل کے ہر ایک مَتن کو اُس کے تاریخی اور تحریری دونوں پس منظروں میں دیکھنا چاہیئے۔

مزید براں کتابِ مُقدّس کے ہر ایک مَتن کا سیاق وسباق فوری بھی ہے یعنی اِس کا فوری تعلق پیرے، باب اور اُس کتاب سے ہے جس میں وُہ آیا ہے

اور بائبل کے کُل مکاشفہ سے بھی۔

فوری سیاق وسباق زیادہ ضروری ہے۔ اگر ہم کسی متن کو اُس کے سیاق و سباق سے الگ کرتے ہیں تو یہ بھاری غلطی ہے۔ بعض لوگ عبادت کے مطلب کا لحاظ کئے بغیر الفاظ کی ہیرا پھیری سے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں بڑا پریشان ہُوا جبکہ ورلڈ کونسل آف چرچز نے ۱۹۶۷ء میں اُپسالا[1] کے مقام پر اپنے چوتھے اجلاس کے لئے مکاشفہ ۲۱:۵ میں مرقوم خُدا کے اِن عظیم الفاظ کو اپنی اسمبلی کی سُنہلی آیت کے طور پر مُقرر کیا کہ "دیکھ میں سب چیزوں کو نیا بنا دیتا ہوں"۔ ان الفاظ کا تعلق آخری زمانہ سے ہے جب خُدا ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائے گا، لیکن اُنہوں نے اِسکا اِطلاق موجُودہ دَور کی سیاسی انقلابی تحریکوں پر کیا۔

شاید اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہم ہر وقت پُوری بائبل کو سامنے رکھیں اور ہر ایک متن کو تمام بائبل کی روشنی میں پڑھیں۔ میں اپنا مطلب واضح کرنے کے لئے چند مثالیں پیش کرتا ہُوں۔

آئیے ہم پیدائش کی کتاب کے ابتدائی ابواب کو قدرے زیادہ باریکی سے دیکھیں۔ غالباً یہ ابواب جب اِنہیں باقی کلام سے الگ کر کے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے تو خاص طور پر غلط فہمی کا باعث بنتے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں آدم اور حوّا کی تاریخی حیثیت کو قبول کرتا ہُوں لیکن اِس کے ساتھ ساتھ یہ اِعتقاد بھی رکھتا ہُوں کہ ہم اِس کہانی کی بعض تفصیلات مثلاً زندگی کے درخت اور یہ کہ سانپ کی حقیقی نوعیت کیا تھی کے بارے میں نہیں جانتے۔ لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مَیں من مانی کر رہا ہُوں یا مجھ میں تضاد پایا جاتا ہے۔ نہیں، کیونکہ میرے پاس بائبل سے دونوں کے بارے میں دلائل ہیں۔

رومیوں ۵:۱۲-۲۱ میں پولس رسُول آدم کی نافرمانی، جس کے ذریعہ گُناہ دُنیا میں آیا اور مسیح کی فرمانبرداری میں جس سے نجات اور زندگی مِلی مُقابلہ کرتا ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ آدم اور حوّا حقیقی اِنسان تھے۔ اگر آدم کی نافرمانی، مسیح کی فرمانبرداری

۱؎ Uppsala

کی مانند تاریخی واقعہ نہ ہوتی تو ان میں مقابلہ بالکُل بے معنی بات تھی۔ لیکن جہاں تک زندگی کے درخت اور سانپ کا تعلق ہے دونوں ہی کا ذِکر پھر مکاشفہ کی کتاب میں آتا ہے جہاں وُہ صاف تشبیہہ نظر آتے ہیں۔ یہاں سانپ شیطان کو اور درخت زندگی کو پیش کرتا ہے۔ پس میرے پاس اِس بات پر ایمان رکھنے کے کہ آدم اور حوّا حقیقتاً مَوجُود تھے اور کہ اِس کہانی میں سانپ اور درخت تشبیہہ کے طور پر ہیں بائبل سے ثبوت موجُود ہیں۔

جب میں کیمبرج میں زیر تعلیم تھا تو اس آیت کے بارے میں بڑا تذبذب میں مُبتلا تھا کہ خُدا نے پتھر کی تختیوں پر اپنے ہاتھ سے دسؔ حُکم لکھے تھے (خروج ۳۱:۱۸؛ استثنا ۹:۱۰)۔ کیا میرے لئے اِس پر لفظی طور پر ایمان لانا ضرُوری تھا؟ کیا حقیقتاً خُدا کا ہاتھ ظاہر ہُوا اور اُس نے پتھر کی تختی پر عبرانی الفاظ لکھے؟ بلاشُبہ یہ غیر یقینی بات تو نہیں ہے کیونکہ بیلشضر بادشاہ کے معاملہ میں "آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ظاہر ہُوئیں اور اُنہوں نے شمعدان کے مقابل بادشاہی محل کی دیوار کے گچ پر لکھا" (دانی ایل ۵:۵، ۲۴-۲۸) لیکن آج کل مَیں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ شریعت کے خُدا کے ہاتھ سے لکھے جانے کے بارے میں بیان کو ہمیں لفظی طور پر لینا چاہیئے کہ نہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اب مَیں نے بائبل کا مطالعہ زیادہ گہرائی سے کیا ہے اور مجھے خُدا کے ہاتھ کے بارے میں دیگر حوالے بھی ملے ہیں جو سب کے سب تشبیہی ہیں۔ مثلاً گنتی ۱۱:۲۳ میں خُدا مُوسیٰ سے کہتا ہے "کیا خُداوند کا ہاتھ چھوٹا ہو گیا ہے؟" استثنا ۲:۱۵ میں لکھا ہے "تب خُداوند کا ہاتھ اُنکو لشکر میں سے ہلاک کرنے کو اُن کے خلاف بڑھا ہی رہا"۔ یرمیاہ ۱:۹ "تب خُداوند نے اپنا ہاتھ بڑھا کر میرے مُنہ کو چھُوا"۔ اگر شریعت کو لکھنے کے بارے میں خُدا کے ہاتھ کا مُقابلہ اِن حوالجات سے کیا جا سکتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "خُدا کا ہاتھ" بائبل کی تشبیہی زبان میں اِستعمال ہُوا ہے۔ اِس قسم کی تفسیر بائبل میں ہم آہنگی کے اصُول کے عین مُطابق ہو گی۔

بائبل کے ہر ایک حصّہ کی تعلیم کو بائبل کی جُملہ تعلیم کی روشنی میں پرکھنے کی اہمیّت کی ایک اور مثال مسیح خُداوند کی دُوسری آمد ہے۔ کسی مُنتخب متن کو لے کر اُس پر اپنی تعلیم کی عمارت تعمیر کرنا بہت آسان ہے لیکن خطرناک بھی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں

کہ بعض آیات ظاہر کرتی ہیں کہ مسیح کی آمد شخصی اور دیدنی ہو گی اور درحقیقت وُہ اُسی طرح پھر آئے گا جیسے آسمان پر گیا تھا (اعمال ۱:۱۱) - لیکن اِس سے پیشتر کہ ہم اِس بات پر زور دیں کہ مسیح کی آمدِ ثانی وَیسے ہی ہوگی جیسے کہ وُہ آسمان پر گیا تھا اور کہ وُہ کوہِ زیتون پر اُسی مقام پر اُترے گا جہاں سے اُٹھایا گیا تھا، ہمیں مسیح کے اِس فرمان پر غور کرنے کی ضرورت ہے جس میں اُس نے لوگوں کو اپنے آمدِ ثانی کے مقام کو جاننے کی خواہش کو ردّ کر دیا۔

"جیسے بجلی آسمان کی ایک طرف سے کوند کر دُوسری طرف چمکتی
ہے وَیسے ہی ابنِ آدم اپنے دِن میں ظاہر ہوگا"
(لُوقا ۱۷: ۲۴ مقابلہ کریں متّی ۲۴: ۲۷)۔

حقیقی مسیحی جو تمام کلام کے وفادار رہنا چاہتے ہیں، وُہ اِس قسم کی مختلف تعلیمات سے ضرور انصاف کرنا چاہیں گے۔ مسیح خُداوند کی آمد حقیقتاً شخصی، تاریخی اور دیدنی ہو گی لیکن اِس کے ساتھ ساتھ وُہ اپنے جاہ وجلال میں بھی آئے گا - اُس کی یہ آمد روشنی کی طرح عالمگیر ہوگی اَور یہ ایک ایسا واقعہ ہوگا جسے تمام جہان بیک وقت دیکھے گا۔

کلُ کلام پر غور کرنے کے بارے میں مَیں نے جو آخری دو مثالیں دی ہیں، اُس سلسلہ میں مَیں مُوسوی شریعت اَور پیشینگوئی کی تکمیل کے بارے میں مَیں کچُھ کہنا چاہتا ہُوں- اِس سے پُرانے اَور نئے عہد نامے کے آپس کے تعلق اَور مکاشفہ کی ترقی پذیری پر روشنی پڑے گی - یگانگت اَور ہم آہنگی کا اصُول، خُدا کے اپنی ذات اَور اپنے مقاصد کے بارے میں مکاشفہ کے ترقی پذیر ہونے کا اِنکار نہیں کرتا - وُہ اِس بات پر زور دیتا ہے کہ یہ ترقی گمراہی سے سچّائی کی طرف نہیں بلکہ سچائی سے اَور زیادہ سچّائی کی طرف ہے۔

مُوسوی شریعت کو لیجیے۔ پُرانے عہد نامہ اَور نئے عہد نامہ دونوں میں مانا جاتا ہے کہ یہ شریعت خُدا کی شریعت تھی - مُوسیٰؑ صرف درمیانی تھا جس کے ذریعہ خُدا نے اپنی شریعت اپنے لوگوں کو دی - لیکن کیا شریعت کے ماخذ کے الٰہی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسیحیوں کے لئے بھی مستقل طور پر ہے؟ نہیں - کیونکہ مُوسیٰؑ کی شریعت ملے جُلے قوانین پر مشتمل تھی جس میں اخلاقی، رسمی اَور سول قوانین پائے

جاتے ہیں - نیا عہد نامہ صفائی سے بتاتا ہے کہ رسمی شریعت منسُوخ ہوگئی ہے - ہیکل، کہانت اور قربانیاں مسیح میں تکمیل پا چکی ہیں اَور خوراک کے بارے میں قوانین ختم کر دیے گئے ہیں (عبرانیوں ۸: ۵؛۹: ۲۴؛۱۰:۱ میں الفاظ "عکس" اَور "نقل" پر اَور مرقس ۷: ۱۹ پر غور کیجیے) - مُوسیٰؑ کے سول قوانین اب بھی الٰہی راستبازی اَور عدل کو ظاہر کرنے کے اہمیّت رکھتے ہیں لیکن کوئی کلیسیا یا قوم اِن کو نافذ کرنے کی پابند نہیں - اِس کی کئی وجُوہات ہیں - اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ ایک خاص قوم کے لئے تھا جو مخلصی کی بنا پر خُدا کی قوم تھی - وُہ بیک وقت قوم اَور کلیسیا دونوں تھی جو پہلے خانہ بدوش تھی اَور بعد میں کاشتکار بن گئی - لیکن مُوسیٰؑ کی اخلاقی شریعت کو منسُوخ نہیں کیا گیا - اِس کے برعکس وُہ اب بھی نافذ ہے - مسیح اِس لئے مُوا تاکہ ہم میں شریعت کا تقاضا پُورا ہو اَور رُوح القُدس خُدا کی شریعت کو ہمارے دِلوں پر کندہ کرتا ہے (رومیوں ۸: ۳، ۴؛ یرمیاہ ۳۱: ۳۳ مقابلہ کیجیے ۲-کرنتھیوں ۳: ۶ - ۸)۔

چرچ آف انگلینڈ کے ۳۹ مسائلِ دین نمبر ۷ میں اِس تفریق کو بڑی اچھّی طرح بیان کیا گیا ہے:

"اگرچہ خُدا نے مُوسیٰؑ کو شریعت دی تھی لیکن اُس میں پائی جانے والی
رسمی شریعت مسیحیوں پر پابند نہیں اَور نہ ہی اِس میں جو سول قوانین
ملتے ہیں کوئی حکومت اِس کی پابند ہے - تاہم اُن احکام کی جو اخلاقی
شریعت کہلاتے ہیں، ہر ایک مسیحی پر فرمانبرداری فرض ہے۔"

اب ہم نبُوّت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - نئے عہد نامہ کے مصنّفین اِس بات کے قائل تھے کہ "آخری دِنوں" کے بارے میں عہدِ عتیق میں جو پیشینگوئیاں پائی جاتی ہیں وُہ یسُوع مسیح میں پُوری ہو چُکی ہیں اور کہ خُدا کے عظیم وعدے بھی اُس میں اَور اُس کے لوگوں میں تکمیل پا چکے ہیں - چنانچہ پولُس رسُول اگرپا بادشاہ کے سامنے کہتا ہے:

"مَیں ... چھوٹے بڑے کے سامنے گواہی دیتا ہُوں اَور اِن باتوں کے
سوا کچُھ نہیں کہتا جنکی پیشینگوئی نبیوں اَور مُوسیٰؑ نے بھی کی ہے"
(اعمال ۲۶: ۲۲)۔

انجیلی مسیحیوں میں اِس بات پر قدرے اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا ہمیں اُمید

رکھنی چاہیئے کہ اسرائیل کے مستقبل کے بارے میں جو وعدے عہدِ عتیق میں پائے جاتے ہیں وُہ لفظاً پُورے ہوں گے اَور کیا اسرائیل کا ارضِ مقدّس پر قبضہ کرنا ان وعدوں کی جُزوی تکمیل ہے۔ یقیناً خُدا نے یہُودیوں کے لئے ایک شاندار مُستقبل مُقرر کر رکھا ہے اور پولُس رسُول اُسے تشبیہاً ٹوٹی ہُوئی ڈالیوں کا اپنے زیتُون کے درخت میں دوبارہ پیوند ہونا کہتا ہے (رومیوں ۱۱: ۱۳-۲۷)۔ لیکن نئے عہدنامہ میں یہُودیوں کا لفظاً مُلک موعُود میں واپس آنے کا ذکر نہیں ملتا۔ نئے عہدنامہ کا مجموعی زور اِس بات پر ہے کہ اب مسیحی کلیسیا "خُدا کا اسرائیل" ہے جو کہ حقیقی مختون، ایک چُنی ہُوئی قوم، شاہی کاہنوں کا فِرقہ، مُقدّس قوم اور خُدا کی اپنی اُمّت ہے (گلتیوں ۶: ۱۶؛ فلپیّوں ۳: ۳؛ ۱-پطرس ۲: ۹)، اور خُدا نے ابرہام کے ساتھ خوشحالی اَور مُلک کے بارے میں جو عظیم وعدے کئے تھے وُہ رُوحانی طور پر مسیح اَور اُس کی کلیسیا میں پُورے ہوتے ہیں۔

"پس جان لو کہ جو ایمان والے ہیں وُہی ابرہام کے فرزند ہیں...
جو ایمان والے ہیں وُہ ایماندار ابرہام کے ساتھ برکت پاتے ہیں...
مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چُھڑایا... تاکہ مسیح یسوع میں ابرہام کی برکت غیر قوموں تک بھی پہنچے اَور ہم ایمان کے وسیلہ سے اُس رُوح کو حاصل کریں جس کا وعدہ ہُوا ہے... اگر تُم مسیح کے ہو تو ابرہام کی نسل اَور وعدہ کے مُطابق وارث ہو"
(گلتیوں ۳: ۷، ۹، ۱۳، ۱۴، ۲۹، مُقابلہ کیجئے رومیوں ۴: ۱۳، ۱۶-
آیت ۱۳ میں وعدہ ہے کہ ابرہام اَور اُس کی نسل وُہ دُنیا کے وارث ہوں گے مُقابلہ کیجئے ۱-کرنتھیوں ۳: ۲۱-۲۳)۔

عام طور پر عہدِ عتیق کی پیشینگوئیاں تین طرح سے پُوری ہوتی ہیں۔ پہلا، فوری اَور لفظی تکمیل۔ دُوسرا، ہمارے دَور میں جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ یہ رُوحانی تکمیل ہے۔ تیسرا، مستقبل میں جو آخری یا آسمانی تکمیل ہے۔ یُوں، ابرہام کے ساتھ بے شمار نسل کے وعدہ کی تکمیل تاریخی طور پر بنی اسرائیل میں پُوری ہُوئی (مُقابلہ کیجئے

گنتی ۲۳: ۱۰؛ ۱-سلاطین ۴: ۲۰)، آجکل مسیح کی اُمّت میں پُوری ہو رہی ہے اور اِس کی آسمانی تکمیل "ہر ایک قوم اَور قبیلہ اَور اُمّت اَور اہلِ زبان کی ایک ایسی بڑی بِھیڑ جسے کوئی شمار نہیں کر سکتا" (مکاشفہ ۷: ۹) مُستقبل میں ہو گی۔ یا پھر جیسے کہ عہدِ عتیق کے انبیاء نے ہیکل کی دوبارہ تعمیر کے بارے میں پیشینگوئی کی تھی، اُس کی لفظی تکمیل زرُبابل کے عہد میں ہُوئی۔ آجکل یہ مسیحی کلیسیا ہے جو "خُداوند میں ایک پاک مَقدِس... رُوح میں خُدا کا مسکن" ہے (اِفسیوں ۲: ۲۱، ۲۲؛ ۱-کرنتھیوں ۳: ۱۶ مُقابلہ کیجئے اعمال ۱۵: ۱۳-۱۸؛ عاموس ۹: ۱۱، ۱۲)۔ اَور اِسی طرح ہر ایک ایماندار کا بدن بھی اُس کی ہیکل ہے (۱-کرنتھیوں ۶: ۱۹، ۲۰)۔ لیکن نئے آسمانی یروشلیم میں کوئی علیحدہ ہیکل نہیں ہو گی کیونکہ "خُداوند خُدا قادرِ مُطلق اَور برّہ اُس کا مَقدِس ہیں"۔ جو اپنے لوگوں کے درمیان ہمیشہ سکونت کریں گے (مکاشفہ ۲۱: ۳، ۲۲)۔

آخر میں مَیں یہ کہنا چاہتا ہُوں کہ بائبل کی تفسیر کے جن تین ۳ اصُولوں پر ہم غور کر رہے ہیں وُہ خود ساختہ نہیں ہیں۔ وُہ خُدا کے تحریری کلام یعنی بائبل مُقدّس کے قرینہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔

ہم فطری مطلب کے اِس لئے تلاش میں ہیں کیونکہ ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ خُدا چاہتا ہے کہ اُس کا مکاشفہ آسان اَور سیدھا سادہ ہو جسے ایک عام آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہو۔

ہم ابتدائی مطلب کو اِس لئے تلاش کرتے ہیں کیونکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ خُدا اُن لوگوں سے جنہوں نے سب سے پہلے اِسے سُنا، ہمکلام ہُوا تھا اَور کہ بعد کی نسل اِسے صرف اُس تاریخی صُورت میں ہی حاصل کر سکتی ہے جس میں اُنہوں نے اِسے سمجھا تھا۔ ممکن ہے ہم پہلے قارئین کی نسبت اِسے بہتر طور پر سمجھتے ہوں (مثلاً مسیح کے بارے میں پیشینگوئیاں) لیکن یہ بُنیادی طور پر مُختلف نہیں ہو سکتا۔

ہم بائبل کے بڑے مضمُون کو اِس لئے تلاش کرتے ہیں کیونکہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ خُدا کی ذات میں تضاد نہیں اَور کہ اُس کے مکاشفہ میں بھی تضاد نہیں پایا جاتا۔

پس ہمارے تفسیر کے تین اصول (سادگی، تاریخ اور مطابقت) کچھ تو خدا کی فطرت سے اور کچھ کلام کی فطرت سے اُبھرتے ہیں جو کہ خدا کی طرف سے انسان کے لئے دیا گیا سادہ، تاریخی اور تضاد سے مبرّا کلام ہے۔

مزید مطالعہ کے لئے

۱- کتابِ مقدس کے مطالعہ کے طریقے از جے۔ ای۔ چیرچ۔
ناشرین: مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ۔ لاہور۔

۲- تعلیم الٰہی از جے۔ اسٹورٹ ایوری
ناشرین: مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ۔ لاہور۔

بائبل کا زندگی پر اثر

ہمارا بنیادی مسیحی ایمان یہ ہے کہ ہمارا خدا گونگا اور بہرا نہیں بلکہ زندہ اور کلام کرنے والا خدا ہے۔ اُس نے ٹھیک ٹھیک تاریخی اور جغرافیائی منظر میں ٹھیک ٹھیک پیغام دیا اور پھر اُس نے اِس پیغام کو لکھوا دیا اور بائبل میں محفوظ کر دیا۔ مزید برآں، جیسے کہ ہم دیکھ چکے ہیں، بائبل مقدس کے اختیار کو قبول کرنے کی ٹھوس وجوہات ہیں اور ایسے ٹھوس اصول بھی ہیں جو اِس کی تفسیر کے سلسلہ میں ہماری راہنمائی کرتے ہیں۔

تو پھر اِس کا مطلب کیا ہے؟ ہم اِن باتوں پر کیوں اتنا وقت صرف کرتے رہے ہیں؟ اِس کی ایک ہی وجہ ہے کہ خدا نے جو کچھ فرمایا وہ اَب بھی اُس کے وسیلہ سے کلام کرتا ہے۔ خدا نے صدیوں پیشتر جو کچھ فرمایا وہ اِس زمانہ کے مرد و خواتین کے لئے بے حد مدد کا باعث ہے۔ بائبل مقدس کوئی قدیم شے نہیں ہے کہ اِس کی مناسب جگہ عجائب گھر ہو۔ اِس کے برعکس یہ

ہمارے "قدموں کے لئے چراغ" اور ہماری "راہ کے لئے روشنی ہے" (زبور ۱۱۹: ۱۰۵، مقابلہ کیجئے ۲-پطرس ۱: ۱۹)۔ خدا کا کلام اِس موجودہ زمانہ کی تمام پریشانیوں میں ہمارا "مشیر" ہو سکتا ہے۔ وہ نادان کو دانش بخشتا ہے (زبور ۱۱۹: ۲۴، ۳۰؛ زبور ۱۹: ۷)۔

لیکن ہم کلام پاک سے فائدہ اُٹھاتے ہیں یا نہیں، اِس کا انحصار اِس بات پر ہے کہ ہم اُسے کیسے استعمال کرتے ہیں اور ہم اُس کے پیغام کا کیا جواب دیتے ہیں۔ بائبل مقدس میں خدا کو اپنے لوگوں سے ایک شکایت یہ ہے کہ وہ اُس کے کلام کی طرف سے اپنے کان متواتر بند رکھتے ہیں۔ اُس کے پیغمبر بنی اسرائیل سے متواتر درخواست کرتے رہتے تھے:

"کاشکہ آج کے دِن تم اُس کی آواز سنتے!"

(زبور ۹۵: ۷)۔

بالآخر خدا کے کلام کے بارے میں صرف دو رویے ہی رہ جاتے ہیں، یعنی اُسے قبول کر لیا جائے یا ردّ کر دیا جائے۔ وہ جو اُسے قبول کرتے ہیں اُن کی منظر کشی یُوں کی گئی ہے کہ وہ "میرے کلام سے کانپ جاتا ہے" کیونکہ وہ عظیم خدا کا کلام ہے (یسعیاہ ۶۶: ۲، ۵؛ عزرا ۹: ۴)۔ وہ اُن کے لئے سونے سے بلکہ کندن سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور وہ شہد سے بلکہ چھتے کے ٹپکوں سے بھی شیریں ہے (زبور ۱۹: ۱۰؛ ۱۱۹: ۱۰۳، ۱۲۷)۔ "وہ بڑی لُوٹ پانے والے کی مانند" اُس سے خوش ہوتے ہیں، اور ایک نوزاد بچے کی مانند اِس خالص دودھ کے مشتاق رہتے ہیں (زبور ۱۱۹: ۱۶۲؛ ۱-پطرس ۲: ۲)۔ اُس کے برعکس اُن لوگوں کے بارے میں جو اُس کی طرف سے اپنے کان بند کر لیتے ہیں کہا گیا ہے کہ وہ اپنی گردن کو سخت کر لیتے ہیں اور اپنے بُرے دِل کی سختی کے مطابق عمل کرتے ہیں (یرمیاہ ۱۷: ۲۳؛ ۱۸: ۱۲؛ ۱۹: ۱۵)۔ اِس قسم کے لوگوں کی سب سے بُری مثال بادشاہ یہویقیم ہے۔ جب یرمیاہ نے اُسے خدا کے کلام کے طومار سے پڑھ کر سنایا تو پہلے اُس نے اُسے قلمتراش سے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور پھر سارا طومار آگ میں جلا دیا (یرمیاہ ۳۶: ۲۱-۲۳)۔

بعینہٖ مسیح یسوع نے بھی اپنے ہمعصر لوگوں کو اپنی تعلیمات کے بارے میں آگاہ کیا۔ بیج بونے والے کی تمثیل میں جو بیج مختلف زمینوں پر گرتا ہے اُس سے یہ بتانا

مقصود تھا کہ خدا کے کلام کو قبول کرنے والوں کے مختلف درجے ہیں۔ مسیح خداوند بڑی سنجیدگی سے بتاتے ہیں کہ یوم آخرت ہماری عدالت اُس کلام کے وسیلہ سے ہوگی جو اُنہوں نے کیا (یوحنا ۱۲: ۴۷-۴۸)۔ ہم سب اپنی زندگی کو کسی نہ کسی بنیاد پر اُستوار کرتے ہیں۔ وہ جو اُس چٹان پر تعمیر کرتے ہیں اُن کا مکان مخالف طوفانوں اور عدالت کے دن بھی قائم رہے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسیح کی تعلیمات کو سُننے اور اُس پر عمل کرتے ہیں (متی ۷: ۲۴-۲۷)۔

سُننے کے لئے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیا ہم حقیقتاً یہ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا نے کلام کیا، کہ وہ کلام بائبل مقدس میں مرقوم ہے اور کہ جب ہم اُسے پڑھتے ہیں تو خدا کی آواز کو سُنتے ہیں؟ تو پھر ہم وقت کی پرواہ نہیں کریں گے بلکہ ہم اس بیسویں صدی کی تیز رفتار زندگی کے خلاف احتجاج کریں گے اور کلام الٰہی پر غور و فکر کرنے کی عادت کو اپنانے کی کوشش کریں گے۔ یہ کلام سے وہ سطحی واقفیت نہیں ہے جو آجکل کلیساؤں میں نظر آتی ہے بلکہ اپنے خداوند کی اس نصیحت پر عمل کرنا کہ

"تمہارے کانوں میں یہ باتیں پڑی رہیں"

(لوقا ۹: ۴۴)۔

اسے کرنے کا کوئی خاص خفیہ طریقہ تو نہیں ہے۔ اس کے لئے صرف وقت درکار ہے یعنی وہ وقت جو ہم اپنی مصروف زندگیوں میں سے دیدہ دانستہ نکالتے ہیں تاکہ کلام پر بار بار غور و فکر کر سکیں یہاں تک کہ وہ ہمارے دل و دماغ میں بیٹھ جائے اور ہمارے تمام قول و فعل اُس کی زیر ہدایت انجام پانے لگیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے کلام پر رات و دن دھیان رکھتے ہیں اور جنہیں "مبارک" کہا گیا ہے (زبور ۱: ۱، ۲؛ ۱۱۹: ۹۷؛ یشوع ۱: ۸)۔

اگر اس کا کوئی خاص خفیہ طریقہ نہیں ہے تو اس کے بارے میں مقررہ اصول بھی نہیں ہیں۔ مثلاً، اگرچہ صبح سویرے اُٹھ کر سب سے پہلے کلام پاک کا مطالعہ اور دعا کرنا اور رات کو بستر پر دراز ہونے سے پہلے خدا کے کلام پر غور و فکر کرنا، کوئی پختہ روایت تو نہیں ہے، تاہم یہ ہر زمانہ میں مفید ثابت ہوئی ہے اور بے شمار مسیحیوں کے لئے فائدہ کا باعث بنی ہے۔ میں خود بھی اس پر باقاعدگی سے عمل کرتا ہوں لیکن یہ بہرحال ایک دستور ہی ہے۔ اس کا پاک کلام میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ پس ہم اسے احکام عشرہ

میں گیارہویں حکم کے طور پر شامل نہیں کر سکتے۔ اور نہ یہ چھاپہ خانہ کی ایجاد سے پہلے ممکن ہی تھا کیونکہ اس کی بدولت اب بائبلیں عام ہیں اور بہت کم قیمت پر دستیاب ہیں۔ اس پر اصرار کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم پہلی پندرہ صدیوں کے لاکھوں مسیحیوں کو جو بائبل مقدس کے آسانی سے دستیاب نہ ہونے کے باعث اس دستور پر عمل نہ کر سکتے تھے نااہل قرار دے رہے ہیں۔

ہر صبح کلام پاک کا مطالعہ اور دعا، خواہ یہ کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو، ہمیں اُس دن کی ذمہ داریوں کو اُٹھانے اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ جنگ میں بغیر ہتھیاروں کے شامل ہونا عقلمندی نہیں۔ تاہم ایک ماں جو صبح سویرے اُٹھ کر اپنے خاندان کے لئے ناشتہ تیار کرتی ہے اور جسے اپنے خاوند کو کام پر اور بچوں کو سکول بھیجنا ہوتا ہے، ممکن ہے یہ پسند کرے کہ بعد میں جب اُسے کام کاج سے تھوڑی فرصت ملے تو کلام کا مطالعہ اور دعا کرے۔

ایک شخص جو ہفتہ بھر اپنے کام میں بے حد مصروف رہتا ہے، اُسے چاہئے کہ وہ چھٹی کے دن زیادہ سے زیادہ وقت کلام کے مطالعہ اور دعا میں گذارے۔ جمعہ یا اتوار کو عبادت کے بعد وہ تیسرے پہر اور شام کو زیادہ وقت صرف کر سکتا ہے کیونکہ کلام میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ اُسے اُس دن صبح اور شام دونوں عبادتوں میں ضرور ہی شامل ہونا ہے۔ مزید یہ کہ اگر ہفتہ کے دوران ہر روز خاندانی عبادت ناممکن ہو تو فراغت کے کسی دن بھی منعقد کی جا سکتی ہے۔

لیکن ہم صرف بائبل کے شخصی اور خاندانی طور پر مطالعہ ہی سے خدا کی آواز کو نہیں سُنتے بلکہ گروپ بائبل سٹڈی سے بھی، خواہ اُس کا انتظام کلیسیا نے، کسی تنظیم نے یا کسی خاندان نے کیا ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ آج کل کے مسیحی اس پر زیادہ سنجیدگی سے غور کریں۔ خادموں پر الزام لگانا آسان ہے، لیکن یہ حقیقت ہے کہ جماعت کو اکثر اسی قسم کی خدمت ملتی ہے جسے وہ چاہتی ہے۔ خدا نے یرمیاہ نبی سے فرمایا:

"ملک میں ایک حیرت افزا اور ہولناک بات ہوئی۔ نبی جھوٹی نبوت کرتے ہیں اور کاہن اُن کے وسیلے سے حکمرانی کرتے ہیں اور میرے لوگ ایسی حالت کو پسند کرتے ہیں ..." (یرمیاہ ۵: ۳۰-۳۱)۔

کلیسیا کو جس قسم کی خدمت مل رہی ہے اُس کی وُہ کافی حد تک خود ذمہ دار ہے۔ اُسے چاہئیے کہ وُہ اپنے پاسبان کی کلام کی تفسیر اور تشریح کرنے میں حوصلہ افزائی کرے۔ وُہ عبادت میں کلام کو قبول کرنے کی رُوح میں آئے۔ اُس میں، جو کچھ خُدا اُس سے کہتا ہے۔ اُسے سُننے کی بھوک و پیاس ہو۔ اچھا ہوگا کہ ہر ایک ممبر اپنی اپنی بائبل اپنے ساتھ لائے اور کسی کاغذ پر پیغام کو لکھ لے اور ہفتہ کے دوران اُس پر غور و فکر کرتا رہے۔ اور اگر ہماری کلیسیا میں خُدا نے کسی کو کلام کی تفسیر و تشریح کی نعمت نہیں بخشی ہے تو آجکل بائبل کی تشریح کے کیسٹ ملتے ہیں جو انفرادی طور پر یا گروپ بائبل سٹڈی میں سُنائے جا سکتے ہیں۔

دراصل، ایک مسیحی یا مسیحی خاندان کس طرح سے بائبل کے پیغام کو حاصل کرتا ہے، سب سے اہم سوال نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم کسی طرح سے بھی خُدا کے پیغام کو متواتر سُنتے رہیں اور اُسے اپنے دلوں میں جڑ پکڑنے دیں۔

لیکن اُس کے کلام کے وسیلہ سے خُدا کی آواز کو سُننا صرف ابتداء ہی ہے۔ خُداوند مسیح نے فرمایا کہ اِن باتوں کو جاننا کافی نہیں ہے: "اگر تم اِن باتوں کو جانتے ہو تو مُبارک ہو بشرطیکہ اُن پر عمل بھی کرو" (یوحنا ۱۳: ۱۷)۔ کیونکہ نئے عہد نامہ کے مُطابق "حق" کو جاننا کافی نہیں بلکہ اُس پر عمل کرنا ضروری ہے (دیکھئے ۱۔یوحنا ۱: ۶)۔ غالباً اِسے سب سے زیادہ صفائی سے خُداوند مسیح کے بھائی یعقوب نے بیان کیا ہے:

"لیکن کلام پر عمل کرنے والے بنو نہ محض سُننے والے جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں" (یعقوب ۱: ۲۲)۔

حق پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے پیغام کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اگرچہ یہ بڑا آسان نظر آتا ہے لیکن اِس کے اطلاقات بڑے دُور رس ہیں، کیونکہ جس "حق" پر عمل کرنا ہے وُہ بڑا وسیع ہے۔ مَیں یہاں اُن پانچ نشانات کو بیان کرنا چاہتا ہُوں جو "کلام پر عمل" کرنے والے ایماندار کی زندگی میں پائے جانے چاہئیں۔

پرستش

جب تک "حق" کا علم نہ ہو پرستش نا ممکن ہے۔ پولس رسُول نے اتھینے میں ایک قربانگاہ دیکھی جس پر لکھا تھا "نا معلوم خُدا کے لئے"۔ لیکن یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ کسی ایسے معبود کی پرستش کی جائے جسے آپ نہیں جانتے۔ اگر ہم یہ نہیں جانتے کہ وُہ کس قسم کا ہے جس کی پرستش کرنی ہے تو ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ وُہ کس قسم کی پرستش چاہتا ہے۔ اِس کے برعکس جب ہم زندہ اور سچے خُدا کو جان لیتے ہیں تو ہمیں ضرور ہی اُس کی پرستش کرنی چاہیئے۔ اور جتنا زیادہ ہم اُسے جاننے لگیں گے، اُتنا ہی زیادہ ہم محسوس کریں گے کہ وُہ ہماری پرستش کے لائق ہے۔ کیونکہ پرستش کا مطلب خُدا کے نام کی حمد و تعریف کرنا اور اپنے جاہ و جلال میں جو کچھ وُہ ہے اور اُس کے کام کی ستائش کرنا ہے:

"سب خُداوند کے نام کی حمد کریں۔
کیونکہ صرف اُسی کا نام ممتاز ہے۔
اُس کا جلال زمین اور آسمان سے بُلند ہے"۔
(زبُور ۱۴۸: ۱۳)۔

چونکہ پرستش ہمیشہ ہی خُدا کی سچائی کے بارے میں ہمارا جواب ہوتی ہے، اِس لئے یہ خُدا کا کلام (اُس کی ذات کا مکاشفہ) ہی ہے جو ہمارے دلوں میں خُدا کی پرستش کو اُبھارتا ہے۔ لہٰذا بائبل مُقدس کو ہماری شخصی اور کلیسیائی پرستش میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ تمام کلیسیائی عبادتوں میں کلام کو پڑھنا اور اُس کی تشریح کرنا چاہیئے (دیکھئے نحمیاہ ۸: ۸؛ ۱۔تیمتھیس ۴: ۱۳)۔ پرستش میں یہ دونوں ہی ضروری ہیں۔ پس جو لوگ چرچ میں وِرد پڑھتے ہیں اُنہیں وِرد کو پہلے ہی سمجھ لینا چاہیئے اور جنہیں پیغام دینے کے لئے کہا جاتا ہے اُنہیں خُدا کے کلام اور دُنیا دونوں سے آگاہ ہونا چاہیئے تاکہ وُہ کلام پاک کا دُنیا کے حالات پر اطلاق کر سکیں۔ صرف اُس وقت ہی جب خُدا اپنے کلام کے ذریعہ

اپنے جلال اور فضل کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے تو جماعت حقیقی طور پر اپنا سر جھکاتی اور پرستش کرتی ہے۔

اِس اصُول کا اِطلاق شخصی پرستش پر بھی ہوتا ہے۔ روشنی کے لئے حلیمی سے دُعا کرنے کے علاوہ، ہمیں بائبل کو پڑھنے کے بعد پرستش اور دُعا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ کلام ہی ہے جس سے ہم سیکھیں گے کہ کِس کی پرستش کرنی چاہیئے اور خُدا کی مرضی کے مُطابق کیسے دُعا کرنی چاہیئے (۱-یُوحنّا ۵: ۱۴؛ یُوحنّا ۱۵: ۷)۔

توبہ اور ایمان

کلام پر عمل کرنے والوں کا دُوسرا نشان توبہ ہے کیونکہ خُدا کا کلام ہمیں آگاہ کرتا ہے کہ ہم کیا ہیں اور کہ خُدا کیا ہے اور ہم پر ہمارے گناہ ظاہر کرتا ہے اور ہمیں توبہ کرنے اور انُہیں ترک کرنے کو کہتا ہے۔ کلام میں مُتعدد حوالے ملتے ہیں جو اس سچّائی کی تصدیق کرتے ہیں۔ خُدا کا کلام مِثل آئینہ ہے جو ہماری قُدرتی صُورت ہمیں دِکھاتا ہے (یعقوب ۱: ۲۳-۲۵)۔ اور تلوار ہے جو ہمارے مُجرم ضمیر کو کچوکے لگاتا ہے (اِفسیوں ۶: ۱۷؛ عبرانیوں ۴: ۱۲؛ اعمال ۲: ۳۷)۔ نیز یہ ہتھوڑے کی مانند ہے جو توڑتا ہے اور آگ جو پاک کرتی ہے (یرمیاہ ۲۳: ۲۹)۔ جب کبھی ہم کلام پڑھتے ہیں تو خُدا کو یہ کہتے سُنتے ہیں:

> "ربّ الافواج . . . یُوں فرماتا ہے کہ اپنی روشیں اور اپنے اعمال دُرست کرو" (یرمیاہ ۷: ۱۲)۔
>
> "اپنے بُرے کاموں کو میری آنکھوں کے سامنے سے دُور کرو۔ بدفعلی سے باز آؤ۔ نیکوکاری سیکھو"
>
> (یسعیاہ ۱: ۱۶، ۱۷)۔

کلام پر عمل کرنے والے کا تیسرا نشان ایمان ہے۔ ایمان مسیحی زندگی کا اٹوٹ انگ ہے کیونکہ "بغیر ایمان کے اُس کو پسند آنا ناممکن ہے" (عبرانیوں ۱۱: ۶)۔ نئے عہدنامہ میں مسیحیوں کو اکثر "ایماندار" کہا گیا ہے جو "ایمان اور تحمّل کے باعث

وعدوں کے وارث ہوتے ہیں" (عبرانیوں ۶: ۱۲)۔ لیکن عام طور پر ایمان کو غلط سمجھا جاتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس بات پر ہمیں شک ہے اُس کا یقین کرنے پر اپنے آپ کو مجبُور کرنا ہے۔ نہیں۔ بلکہ اعتماد کے ساتھ اُس پر تکیہ کرنا ہے جو "حق" ہے۔ ایمان خلا میں قائم نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمیشہ ہی کِسی قابلِ اعتماد شخص پر اِعتماد کا اِظہار ہوتا ہے۔ ہمیں کبھی بھی ایمان اور علم کو ایک دُوسرے کے خِلاف کھڑا نہیں کرنا چاہیئے گویا کہ اُن میں کوئی تعلق نہیں، کیونکہ ایمان کی بُنیاد علم پر ہے:

> "وُہ جو تیرا نام جانتے ہیں تجھ پر توکّل کرینگے"
>
> (زبُور ۹: ۱۰)۔

ہم خُدا پر اِس لئے اِیمان رکھتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وُہ قابلِ اعتماد ہے۔ کیسے؟ اُس نے اپنے آپ کو ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔ جب ہم کلام مُقدّس میں خُدا کے کِردار اور اُس کے عظیم کاموں، اِسرائیل کی تاریخ میں اپنے عہدوں کے ساتھ اُس کی وفاداری، اُس کے قیمتی اور بڑے وعدوں (۲-پطرس ۱: ۴) اور مسیح کے بارے میں پڑھتے ہیں جس میں خُدا کے تمام وعدے تکمیل پاتے ہیں (۲-کرنتھیوں ۱: ۲۰) اور ایمان کے سُورماؤں کے بارے میں پڑھتے ہیں جنکو "کامل اِعتقاد ہُوا کہ جو کچھ اُس نے وعدہ کیا ہے وُہ اُسے پُورا کرنے پر بھی قادر ہے" (رومیوں ۴: ۲۱) تو ہمارا ایمان اُبھرتا، مضبُوط ہوتا اور پُختہ بن جاتا ہے۔

پس ہمیں اپنی بے اعتقادی پر ماتم کرنے یا دُوسروں کے اِیمان پر حسد کرنے کی ضرُورت نہیں گویا کہ ہماری اِیمان کی کمی ایک ایسا مزاج یا ایک اَیسی پیدائشی حالت ہے جو تبدیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خُدا نے خُود ہمیں اپنے ایمان کو بڑھانے کے ذرائع مُہیّا کئے ہیں:

> "ایمان سُننے سے پیدا ہوتا ہے اور سُننا مسیح کے کلام سے"
>
> (رومیوں ۱۰: ۱۷)۔

ہمیں وقت نکال کر سُننے کی زحمت اُٹھانی ہے تاکہ ہم ایمان لاسکیں۔ وُہ مسیحی جو ایمان میں ترقی کرنا چاہتے ہیں، اُنہیں خُدا کے کلام پر غور و فکر کرنا ہوگا۔ تب اُنہیں

CS CamScanner

علم ہو جائے گا کہ "کتابِ مُقدّس کی تسلّی" کا کیا مطلب ہے (رومیوں ۱۵ : ۴)۔

فرمانبرداری

فرمانبرداری تیسرا طریقہ ہے جس سے ہم کلام پر "عمل کرنے والے" نہ کہ صرف "سُننے والے" بنتے ہیں۔ فرمانبرداری کا مطلب، اختیار کو ماننا ہے اور یہ اِس زمانہ کا دستور نہیں ہے۔ لیکن اگر مسیح خُداوند، خُدا کے کلام کی حلیمی سے فرمانبرداری کرتا، اُس کے احکام مانتا اور اُس کے وعدوں پر اعتماد کرتا رہا، تو بلاشُبہ ہمیں بھی کرنا ہے، اِس لئے کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوتا۔

لیکن مسیح اِس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ جس طرح قدیم اسرائیل نے فرمانبرداری کے وسیلے سے خُدا کے ساتھ اپنے پیار کو ظاہر کیا، اُسی طرح مسیحی شاگردوں کو بھی مسیح کے لئے پیار کو فرمانبرداری سے ظاہر کرنا چاہیئے:

"اگر تم مُجھ سے محبّت رکھتے ہو تو میرے حُکموں پر عمل کرو گے...
اگر کوئی مُجھ سے محبّت رکھے تو وُہ میرے کلام پر عمل کریگا... جو مُجھ
سے محبّت نہیں رکھتا وُہ میرے کلام پر عمل نہیں کرتا"

(یوحنّا ۱۴ : ۱۵، ۲۳-۲۴)۔

ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ ہمیں جتنا ہم عام طور پر ہوتے ہیں اُس سے کہیں زیادہ خُدا کا شُکرگذار ہونا چاہیئے کہ اُس نے اپنے کلام میں مُتعدد موضُوعات پر اپنی مرضی کو بے حد صفائی سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ پاکیزہ زندگی کے لئے پہلا قدم ہی یہ جاننا ہے کہ خُدا کو کیا پسند ہے (دیکھئے ۱۔تھسلنیکیوں ۴ : ۱)۔ پس مسیحیوں کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وُہ کلام کے مُطابق زندگی بسر کریں (۱۔کرنتھیوں ۴ : ۶)، کیونکہ کوئی اور طریقہ نہیں ہے جس سے ہم یقینی طور پر معلُوم کر سکیں کہ ہم خُدا کی مرضی کے مُطابق چل رہے ہیں یا نہیں۔

اِس کا تعلق سماجی (دُوسروں کے ساتھ تعلقات میں) اور ذاتی راستبازی دونوں سے ہے۔ کیونکہ خُدا کے کلام میں خُدا کے لوگوں کے لئے اُس کی مرضی کا

تعلق ہماری کُل زندگی سے ہے۔ یہ ہمیں خُدا سے پیار کرنے، اپنے آپ پر کنٹرول کرنے اور اپنے پڑوسی سے محبّت رکھنے اور اُس کی خدمت کرنے کو کہتا ہے، اور اپنے پڑوسی سے محبّت کا میدان بڑا وسیع ہے۔ چونکہ میرے پڑوسی کے پاس بدن اور رُوح دونوں ہے اور وُہ خُدا کی ترتیب کے مُطابق سماجی زندگی بسر کرتا ہے، اِسلئے میں اُس سے اُس وقت تک محبّت رکھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ اُس کی جسمانی اور سماجی بہتری کے لئے کام نہیں کرتا۔

ہم پہلے ہی دیکھ چُکے ہیں کہ عبرانی انبیاء کتنے وسیع اطلاقات کے ساتھ خُدا کی راستبازی کی منادی کرتے تھے۔ گھر، منڈی، عدالت، اور کھیت وغیرہ میں بھی راستبازی کا مظاہرہ ضرُوری تھا۔ اور جہاں کہیں یہ نہ ہوتا وہاں خُدا کی عدالت نازل ہوتی۔ انبیاء بڑی دلیری سے ناراستی پر، دُکانداروں کی بے ایمانی پر جو جھُوٹے باٹوں سے گاہکوں کو دھوکا دیتے تھے، زمین کے لالچی مالکوں پر جو مکان سے مکان اور کھیت سے کھیت مِلاتے یہاں تک کہ بالکُل جگہ باقی نہ رہتی، قاضیوں پر جو امیر مُجرموں سے رشوت لے کر انصاف کا خُون کرتے اور بے قصُوروں پر سزا کا حُکم لگاتے، خاوندوں پر جو الٰہی حُکم کے برخلاف اپنی بیویوں سے بے وفائی کرتے، ساہُوکاروں پر جو بڑھا چڑھا کر سُود وصُول کرتے اور یہاں تک کہ بادشاہوں پر جو رعایا کی خدمت کرنے کی بجائے اُن پر ظُلم کرتے تھے افسوس کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اِس کے مُقابلہ میں امثال کی کتاب جو عملی حکمت سے پُر ہے دیانتداری، سخت محنت، سخاوت، حلیمی، پاکیزگی اور انصاف کی خُوبیوں کو بیان کرتی ہے۔

رسُول بھی اپنے خطُوط کے اخلاقی حصّوں میں سماجی راستبازی یعنی دُوسروں کے ساتھ تعلقات میں دُرستی پر بڑا زور دیتے ہیں۔ وُہ دکھاتے ہیں کہ خاوند اور بیوی، والدین اور بچّوں، مالک اور نوکر میں کِس قسم کے تعلقات ہونے چاہیئں۔ پولس رسُول مسیحی جماعت میں شخصیّت پرستی، مقدّمہ بازی اور بدچلنی کو برداشت کرنے کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔ جھُوٹ بولنے والا سچ بولنا سیکھے اور چوری کرنے والا اپنی روزی خُود کمائے تاکہ اُس کے پاس ضرورتمندوں کو دینے کے لئے کُچھ ہو۔ ہر قسم کی تلخی، غصّے، الزام تراشی اور کینہ پروری سے کنارہ کشی اختیار کی جائے۔ مسیحیوں کو مہربان، نرم دِل

صبر اور برداشت کرنے والے ہونا چاہیئے، بلکہ جیسا مسیح خُداوند نے سکھایا ہے اُنہیں دُ[illegible]وں سے محبّت رکھنی اور اُن کی خدمت کرنی چاہیئے۔ یعقوبؔ نے مسیحی رفاقت میں قومی امتیازات، ہماری بے لگام زبانوں، ہمارے حسد اور ہماری خودغرضانہ خواہشات کو خوب آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ اپنے خط کے آخری باب میں وُہ بالکل عہدِ عتیق کے انبیاء کی مانند نظر آتا ہے۔ وُہ دولتمندوں کی عیش پرستی کی زندگی بسر کرنے اور اپنے کھیتوں کے مزدُوروں کی دغا سے مزدُوری دبا لینے کی سخت مذمّت کرتا ہے۔

یہ دُرست ہے کہ موجُودہ زمانہ کے مُتعدد ایسے پیچیدہ اخلاقی مسائل ہیں جن پر کلام براہِ راست حُکم نہیں لگاتا۔ لیکن اُس کے بیان کردہ اصولات کی روشنی میں ہم اُن کے بارے میں صحیح مسیحی روّیہ اختیار کر سکتے ہیں، خواہ ان مسائل کا تعلق جنگ سے ہے یا پُرتشدّد انقلابات سے، یا آلُودگی سے یا فحش نگاری سے یا غربت سے یا سیاست اور مُعاشیات سے۔ بعض اوقات تو ہمیں ایسا مسیحی حل تلاش کرنے کے لئے جو بائبل کی تعلیمات کے مُطابق ہو کافی جدوجہد کرنی پڑے گی۔

گواہی

خُدا کے کلام پر عمل کرنے والے مسیحی کا پانچواں نشان گواہی ہے۔ کیونکہ سچائی کو چُھپایا نہیں جا سکتا یا اُس پر اپنی اجارہ داری قائم نہیں کی جا سکتی۔ اگر ہماری آنکھیں اُسے قبُول کرنے کے لئے کھُل گئی ہیں تو ہمیں ضرُور ہی اُسے آگے پہنچانا ہو گا۔ ہم خُدا کے بھیدوں کے مُختار ہیں (۱۔کرنتھیوں ۴: ۱)۔ ہمیں، نہ صِرف مسیح کی جسے اب ہم جانتے ہیں گواہی ہی دینی چاہیئے بلکہ ہم اِس علم کے بغیر اُس کی گواہی دے ہی نہیں سکتے۔

آجکل الفاظ "گواہ" اور "گواہی" کی قیمت کو بہت گھٹا دِیا گیا ہے، یہاں تک کہ اِسے صِرف اپنے مسیحی تجربہ کو بیان کرنے کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن مسیحی گواہی، مسیح کی گواہی ہے۔ اور مسیح جس کی گواہی دینے کے ہم ذمّہ دار ہیں، نہ صِرف ہمارے تجربہ کا مسیح ہے بلکہ تارِیخی مسیح یعنی رسُولی گواہی کا مسیح بھی۔ اِس کے عِلاوہ اور

کوئی مسیح نہیں۔ پس جب کلام گواہی دینے کی طرف راہنمائی کرتا ہے تو اس گواہی کی بُنیاد بھی کلام ہی ہے۔

چنانچہ ایک مسیحی کی زندگی میں بائبل کو بے حد اہم مقام حاصِل ہے۔ کیونکہ خُدا کا مکاشفہ پرستش کی طرف راہنمائی کرتا ہے، خُدا کی تنبیہ توبہ کی طرف، خُدا کے وعدے ایمان کی طرف، خُدا کے احکام فرمانبرداری کی طرف اور خُدا کی سچّائی گواہی کی طرف۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ خُدا کے کلام کے بغیر مسیحی زندگی مُمکن نہیں ہے۔ یہ دُرست ہے کہ ابھی تک مُتعدد لوگ اَن پڑھ ہیں اور بائبل مُقدّس کو پڑھ نہیں سکتے۔ دُوسرے پڑھ سکتے ہیں لیکن اپنے ثقافتی پس منظر یا سائنسی انقلاب یا پیدائشی جھجھک کی وجہ سے پڑھتے نہیں۔ تو کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ اُن تک مسیحی زِندگی نہیں پہُنچنا چاہیئے؟ ہرگز نہیں۔ اگر وُہ (کِسی وجہ سے) کلام کو نہیں پڑھتے اور اُس پر غور و فکر نہیں کرتے تو وُہ رُوحانی طور پر مُفلِس ہو جائیں گے۔ لیکن وُہ دُوسرے طریقوں سے یعنی پیغامات، گرُوپ بائبل سٹڈی، ریڈیو اور رسالوں اور شخصی بات چیت کے ذریعہ یقیناً خُدا کا کلام حاصل کر سکتے ہیں۔

بہرحال، خواہ ہم کِسی طریقے سے بھی حاصِل کریں، خُدا کا کلام ہمارے لئے بیحد ضرُوری ہے۔ مسیح خُداوند نے جب اِستثنا کی کتاب سے درجِ ذیل حوالہ دِیا تو یہ صفائی سے ظاہر کر دیا:

"آدمی صِرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو خُدا کے مُنہ سے نِکلتی ہے"

(متّی ۴: ۴ مُقابلہ کیجیئے اِستثنا ۸: ۳)۔

جس طرح جسم کے لئے خوراک ضرُوری ہے اُسی طرح کلام ہماری رُوحانی زندگی کے لئے ضرُوری ہے۔ زِندگی اور صحّت دونوں ہی اِن کے بغیر نامُمکن ہیں۔ یہ خُدا کا کلام ہی ہے جس کے وسیلہ سے اُس نے ہم میں رُوحانی زِندگی ڈالی (یعقوب ۱: ۲۱؛ ۱۔پطرس ۱: ۲۳ - ۲۵)۔ اَب وُہ اِسی کلام کے ذریعہ ہماری راہنمائی کرتا، اِصلاح کرتا، تقویت پہُنچاتا، حوصلہ افزائی کرتا اور قوّت دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایماندار صِرف اُس کے کلام کے وسیلہ ہی سے رُوحانی بلوغت کو پہُنچتے اور ہر ایک نیک کام کے لئے

تیار ہو جاتے ہیں (۲-تیمتھیس ۳: ۱۷)۔

مزید مُطالعہ کے لئے کُتب

۱- عملی مسیحی زندگی از ایم-سی-گرینتھ

۲- رہبرِ زندگی از پادری ڈبلیو- ڈبلیو-آور

۳- پُشت در گُشت از البرٹ-ای ہورٹن

یہ سب کُتب مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پُور روڈ، لاہور سے مل سکتی ہیں۔

بائبل مُقدّس خُدا کا کلام ہے جس میں اُس نے انسان کی نجات کے منصوبہ کو ازل سے لیکر ابد تک بیان کیا ہے اور اس کا مرکز و محور یسوع المسیح ہے۔
پس ضرورت ہے کہ ہم بائبل کو بہتر طور پر جانیں تاکہ اپنی زندگی کے بارے میں خُدا کے مقصد و ارادہ کو اور یسوع المسیح کی معرفت اُس نے ہماری نجات کا جو انتظام کیا ہے اُسے سمجھ سکیں۔
اِسی مقصد کے پیشِ نظر مُصنّف نے اِس سلسلۂ کُتب میں بائبل کے دینیاتی، سماجی، جغرافیائی اور تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا ہے تاکہ بائبل کے مقصد و مقام اور اُسکے پیغام کو سمجھنے میں مدد مل سکے، اِسکی تعلیمات پر بہتر طور پر عمل کیا جا سکے اور ہماری زندگیاں خُدا کے ازلی ارادہ کے مُطابق ڈھل سکیں۔
اِس سلسلۂ کُتب کے مُصنّف پادری جان۔ آر۔ سٹاٹ ایک معروف مُبشّر اور مُصنّف ہیں۔